فہرست عورت کی نماز — حدیث وفقہ کی روشنی میں

تقریظ	2
دیباچہ	4
تمہید	6
فصل اول — مرد وعورت کی نماز میں فرق کا ثبوت احادیث رسول	8
پہلی حدیث	8
دوسری حدیث	10
تیسری حدیث	11
چوتھی حدیث	13
پانچویں حدیث	14
چھٹی حدیث	14
ساتویں حدیث	15
آٹھویں حدیث	16
آثار صحابہ کرام	18
۱- حضرت علیؓ کا اثر	18
۲- حضرت اُم درداءؓ کا اثر	19
۳- حضرت علیؓ کا ارشاد	21
۴- حضرت عائشہؓ کا اثر	22
۵- حضرت ام سلمہؓ کا اثر	23
۶- حضرت ام سلمہؓ کا دوسرا اثر	23
۷- حضرت ابن عباسؓ کا اثر	24
۸- حضرت ابن عباسؓ کا دوسرا اثر	24
انتباہ	25
۹-حضرت ابن عمرؓ کا اثر	25
۱۰-حضرت ابن عباسؓ کا اثر	25
۱۱-حضرت انسؓ کا اثر	25

۱۲-حضرت ابن مسعودؓ کا اثر	26
اقوال تابعین عظام	28
حضرت مجاہدؒ کا قول	28
حضرت حسن بصریؒ وحضرت قتادہؒ کا قول	29
حضرت عطاءؒ کا فرمان	29
حضرت عطاءؒ کا دوسرا قول	29
حضرت عطاءؒ کا ایک اور قول	30
حضرت ابراہیم نخعیؒ کا بیان	30
حضرت ابراہیم نخعیؒ کا دوسرا قول	31
حضرت مجاہدؒ کا قول	31
امام زہریؒ کا فرمان	31
حضرت حسن بصریؒ وسعید بن المسیبؒ کا قول	31
حضرت ابراہیم نخعیؒ کا ارشاد	32
حضرت خالد بن لجاج کا بیان	32
احادیث وآثار کا مقصد	32
عورت کے سجدے کی کیفیت اور اس کی حکمت	33
عورت کو سبحان اللہ کہنے سے منع کرنے کی وجہ	34
عورت کو گھر میں نماز پڑھنے کے حکم کی مصلحت	35
عورت کی آخری صف افضل کیوں؟	36
امام شافعیؒ کا زریں ارشاد	36
ایک ضروری وضاحت	37
حضرات علماء کا ادراک وفہم	38
ایک حقیقت	39
عورت اور مرد کی نماز میں فرق کے بارے میں دیگر ائمہ کا مسلک	40
شافعی مسلک	40
مالکی مسلک	41
حنبلی مسلک	42
عورت کی نماز کا طریقہ	45
تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانے کا طریقہ	45

ہاتھ باندھنے کا طریقہ	46
رکوع کا طریقہ	47
سجدہ کا طریقہ	48
بیٹھنے کا طریقہ	49
عورت کی نماز کے دیگر احکام	50
ستر عورت	50
ہاتھ کو آستین سے نہ نکالے	51
قرأت آہستہ کرے	51
فجر کی نماز جلدی پڑھ لے	52
بضرورت تالی بجا سکتی ہے	52
عورتیں جماعت نہ کریں	53
عورتیں مسجد میں حاضر نہ ہوں	53
عورت امامت نہ کرے	57
امام عورت آگے نہ کھڑی ہو	59
عورت پر اذان و اقامت نہیں ہے	59
عورت پر جمعہ کی نماز نہیں	59
عورت پر عید کی نماز نہیں	60
عورت صف میں تنہا کھڑی ہو سکتی ہے	62
چند شبہات اور اس کے جوابات	63
پہلا شبہ اور اس کا جواب	63
دوسرا شبہ اور اس کا جواب	65
ضمیمہ: جناب رفیق احمد سلفی اڈیٹر ماہنامہ ''التوعیۃ'' کے نام ایک خط۔	67

فَيُضُ السَّمَاءِ فِيُ أحُكامِ صَلاةِ النِّسَاءِ

یعنی

عورت کی نماز

حدیث اور فقہ کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی زید مجدہم

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

ألحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم المرسلین وعلی الہ

وأصحابہ أجمعین ۔أمابعد

ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک طبقہ اپنی علمی بے مائیگی مگر تصور ہمہ دانی کی بناء پر اس بات پر مصر ہے کہ مرد وعورت کا طریقۂ نماز یکساں ہے، اور فقہِ حنفی کی روشنی میں جو عورتیں رکوع، سجدہ، قعدہ وغیرہ میں مردوں سے کچھ مختلف طریقہ کی پابند ہیں، ان کی نمازیں ناقص اور غیر مکمل ہیں، جب کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ بہت سے ایسے مسائل ہیں، جن میں مردوں اور عورتوں کے احکام علیحدہ علیحدہ ہیں، قرآن وحدیث اور فقہاء امت کی تصریحات اس پر شاہد عدل ہیں۔

اسلام نے عورت کے پردہ کا بہت زیادہ اہتمام کیا ہے، حتی کہ اس کی آواز کو بھی فقہاء نے عورت کہا ہے، اس لئے نماز، حج اور تلاوت قرآن وغیرہ میں بطور قاعدۂ کلیہ کے پردہ کا اہتمام کرنا ضروری ہے، اسی قاعدۂ کلیہ کے تحت عورت کو رفع یدین، رفع صوت، رکوع، سجدہ، قعدہ وغیرہ میں ستر اور پردہ کی زیادہ سے زیادہ امکانی کوشش کرنا شرعاً وعقلاً مطلوب ومحمود ہے۔

مقام مسرت ہے کہ حضرت مولانا محمد شعیب اللہ صاحب مفتاحی نے ’’ فَیْضُ السَّمَاءِ فِيْ أحْکامِ صَلَاۃِ النِّسَاءِ ‘‘ کے نام سے زیر نظر رسالہ مرتب فرما کر مسلمانانِ

ہند پر اور بالخصوص اہل جنوب پر ایک علمی ودینی احسان فرمایاہے کہ احادیث، آثارصحابہ اورتصریحات فقہاء کی روشنی میں عورتوں کی نماز کامکمل خاکہ اورنقشہ پیش کردیاہے۔

امید ہے کہ اس وقیع رسالے سے پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کاازالہ ہوجائے گا اورعورتیں اطمینان وانشراح کے ساتھ اپنے طریقہ کے مطابق نمازیں اداکرتی رہیں گی۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالے کوشرف قبولیت سےنوازیں اورمولّف موصوف کو دارین میں اجرجزیل سےہم کنارفرمائیں۔ایں دعاازمن وازجملہ جہاں آمین

حبیب الرحمٰن اعظمی

(استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند)

نزیل حال وانمباڑی،۲۴رشعبان المعظم ۱۴۱۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

بنگلور کے ایک خالص اسلامی ماہنامے''اسلامی مشغلے'' کے محترم مدیر جناب پی۔آر۔رشید احمد صاحب مرحوم نے ایک دن بتایا کہ ماہنامے کے نام ہندوستان کے مختلف مقامات سے ایک ہی سوال پر مشتمل پچاسوں خطوط موصول ہوئے اور ہورہے ہیں کہ مردوعورت کی نماز میں شرعاً فرق ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ عورت کی نماز کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ مدیر محترم نے مجھ سے فرمائش کی کہ میں ایک مدلل ومفصل مضمون ''عورت کی نماز'' پر لکھوں، چنانچہ راقم نے اپنی بے بضاعتی وتہی دامنی کے باجود ایک مضمون نہایت عجلت کے ساتھ لکھ کر حوالہ کردیا جو''اسلامی مشغلے'' کے شمارے بابت ربیع الاول ۱۴۱۰ھ مطابق نومبر ۱۹۸۹ء میں محترم مدیر اعلیٰ کے نوٹ کے ساتھ شائع ہوا اور عوام میں اور عوام سے زیادہ خواص وعلمی حلقوں میں توقع سے زیادہ پسند کیا گیا۔

پھر بعض احباب کی خواہش اور اصرار ہوا کہ یہ مضمون الگ کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔اس پر میں نے مضمون پر نظر ثانی کی تو اندازہ ہوا کہ یہ تشنہ ہے۔چنانچہ میں نے ازسرنو اس کو ترتیب دینا اور اس میں حذف واضافہ سے کام لینا ضروری سمجھا اور الحمدللہ یہ کام مکمل ہوگیا، جواب ایک رسالہ کی شکل میں آپ کے سامنے ہے۔

اس کی تکمیل ربیع الاول ۱۴۱۰ھ اور شعبان ۱۴۱۰ھ کے درمیان ہوگئی،اور یہ میرے دیگر مسودات میں پڑا رہا،اور اشاعت کی نوبت نہیں آئی،اور اب پندرہ سال کے بعد میرے عزیز مولوی زبیر احمد قاسمی سلمہ اللہ تعالے نے اس کو مسودات سے نکالا،اور اس کے حوالجات

کی تحقیق کی ،اوراحقر نے بھی اس پر نظر ثانی کی ،اور بعض جگہ معمولی سی ترمیم واضافہ بھی کیا، اوراس کے آخر میں عورت کی نماز سے متعلق بعض روایات کی تحقیق میں میرا وہ خط بھی شامل اشاعت کر دیا گیا جو جناب رفیق (مدیر ماہنامہ ''التوعیۃ'') کو لکھا گیا تھا۔

اب یہ رسالہ بنام'' فَيُضُ السَّمَاءِ فِيُ أَحُكَامِ صَلَاةِ النِّسَاءِ ''اشاعت کے لئے پریس کے حوالے کیا جار ہا ہے، اللہ تعالے سے دعاء ہے کہ اس کو مقبول و نافع بنائے۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان

مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

۲۲/ربیع الثانی /۱۴۲۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

یہ بات بہت واضح ہے کہ اسلام میں مرد وعورت کے درمیان بعض احکام میں فرق رکھا گیا ہے، مثلاً بعض معاملات میں قرآن نے دوعورتوں کی گواہی کو ایک مرد کی گواہی کے برابر قرار دیا ہے۔(سورہ بقرہ:۲۸۲)، نیز حدیث میں ہے (**قال رسول اللّٰہ ﷺ وما رأیتُ من ناقصات عقل ودین أذھبَ للُبِّ الرَّجُل الحازم من إحْدَاکُنَّ قُلْنَ: وما نقصانُ دِیْنِنَا وعَقْلِنَا یا رسولَ اللّٰہ ؟ قال: ألیس شھادۃ المرأۃ مثل نصف شھادۃ الرَّجُل**)اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو ناقصاتِ عقل قرار دے کر اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ عورت کی گواہی مرد کے اعتبار سے آدھی ہے۔(۱)

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ شرعی احکام میں بعض جگہ مرد وعورت کے درمیان خود شریعت نے فرق رکھا ہے۔

چنانچہ حضرات علماء نے اس موضوع پر مستقل بحث کی ہے، جن کو نمونہ دیکھنا ہو، وہ علامہ ابن نجیمؒ کی کتاب ''الاشباہ والنظائر'' دیکھیں، اس سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ مرد وعورت کے لئے احکام ہر جگہ یکساں نہیں ہیں۔(۲)

اسی طرح نماز کے بعض احکام میں مرد وعورت کے درمیان فرق کیا گیا ہے،

(۱) بخاری کتاب الحیض:۱/۴۴،وکتاب الشھادت:۱/۳۶۳

(۲) الاشباہ مع الحموی:۱/۳۸۱-۱/۳۹۴

نماز کے طریقے میں بھی اور دوسرے احکام میں بھی، زیرنظر رسالہ میں یہی بات پیش کرنا مقصود ہے۔

ہم پہلے رسول کریم ﷺ کی احادیث سے، پھر صحابہ کرام اور تابعین عظام کے آثار اور اقوال سے یہ بات ثابت کریں گے کہ مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے، نیز ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالے کے مسالک کی معتبر ترین کتب سے بھی یہ ثابت کریں گے کہ ان سب حضرات ائمہ کے نزدیک مرد وعورت کی نماز کا یہ فرق ملحوظ ہے، پھر حنفی نقطۂ نظر سے عورت کے لئے نماز کا طریقہ بیان کریں گے، پھر دیگر احکامِ نماز زیر بحث لائیں گے ۔ واللّٰہ الموفّق والمُعین والیہ المرجع والمأب.

❀❀❀❀

فصل اول

مردوعورت کی نماز میں فرق کا ثبوت

احادیث رسول

سب سے پہلے ہم احادیث کو لیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوعورت کی نماز کے طریقے میں فرق ہے، اور یہ کہ ان کے مابین بعض احکامِ نماز میں بھی فرق ہے۔

پہلی حدیث

﴿عن يزيد بن أبي حبيبؒ : أنّ رسولَ اللّٰه ﷺ مَرّ علىٰ امرأتين تُصَلِّيانِ ، فَقَالَ : إذَا سَجَدْتُمَا فَضُمَّا بَعضَ اللحم إلى الأرض، فإنّ المرأةَ ليستْ في ذاك كالرَّجُل﴾ (۱)

(حضرت یزید بن ابی حبیبؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دوعورتوں پر سے گزر ہوا، جونماز پڑھ رہی تھیں، آپ نے فرمایا کہ جب تم سجدہ کروتو اپنے جسم کا بعض حصہ زمین سے ملالیا کرو، کیوں کہ عورت اس میں مرد کی طرح نہیں ہے)(۲)

(۱)مراسيل أبي داؤد:۸(۲) یہ یزید بن ابی حبیب مشہورومعروف تابعی ہیں، ابن حبان نے (کتاب الثقات :۶/ ۵۴۶) میں ان کو تابعین میں شمار کرکے بتایا ہے کہ آپ صحابی حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اورابن حجرؒ نے (تهذيب التهذيب : ۱۱/ ۳۱۹ – ۱۱/ ۳۲۰) میں ان کا ذکر کیا ہے۔اورابن سعد،لیث ،ابوزرعہ، عجلی سے ان کی توثیق وتعریف نقل کی ہے،اورابن سعد سے نقل کیا کہ وہ اپنے زمانہ میں اہل مصر کے مفتی تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو سجدہ میں زمین سے مل کر اور دبی دبی نماز پڑھنا چاہئے، جب کہ مرد کے لئے یہ طریقہ ہے کہ اس کے تمام اعضاء کھلے کھلے ہوں۔

معلوم ہوا کہ مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے، چنانچہ خود آخر حدیث میں آپ ﷺ نے اس کی صراحت فرمادی ہے کہ ”عورت اس بارے میں مرد کی طرح نہیں ہے“۔

یہ روایت صحابی کا واسطہ مذکور نہ ہونے کی وجہ سے مرسل ہے، اور مرسل حدیث جمہور علماء وائمہ کے نزدیک مقبول ہے۔

البتہ امام شافعیؒ مرسل کو غیر مقبول قرار دیتے ہیں، لیکن ان کے نزدیک بھی مرسل کی تائید کسی موصول یا دوسری مرسل روایت سے ہوجائے تو وہ مقبول ہوتی ہے، خواہ یہ تائیدی روایت ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔(۱)

(۱) مرسل روایت امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اوران کے متبعین کے نزدیک مقبول ہے، جیسا کہ ابن الصلاح نے (مقدمہ:۲۲) میں تصریح کی ہے، اور امام احمد کی ایک روایت یہی ہے جیسا کہ ابن حجر نے (نزھۃ النظر:۵۴) میں فرمایا ہے، امام ابوداؤد اپنے خط میں جو مکہ والوں کو بھیجا تھا، فرماتے ہیں: ”أما المراسيل كان يحتج بها العلماء فيما مضى مثل سفيان الثوري، ومالک، والأوزاعي، ثم جاء الشافعيؒ فتكلم فيه الخ (مقدمه سنن أبي داؤد: ٦) اس سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے حجیتِ مرسل کا انکار امام شافعیؒ نے کیا ہے، ان سے پہلے سب علماء اس کی حجیت تسلیم کرتے تھے۔ اس کے بعد امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ جب مسند وموصول روایت نہ ہو تو مرسل سے احتجاج کیا جائے گا۔ نیز معلوم ہونا چاہئے کہ امام شافعی اوران کے متبعین جو مرسل کی حجیت کا انکار فرماتے ہیں، یہ بھی اس صورت میں ہے کہ اس کی تائید کسی اور مسند یا مرسل حدیث سے نہ ہو جیسا کہ ہم نے اوپر بھی لکھا ہے، اور اگر مرسل کی تائید کسی اور مسند یا مرسل سے ہوتی ہو تو سب علماء اس کو قبول کرتے ہیں، پھر اس تائید کرنے والی موصول حدیث کا ضعیف ہونا بھی کافی ہے، بلکہ تدریب الرواي لکھا ہے کہ مرسل کی تائید کے لئے جس موصول کی ضرورت ہے وہ منتهض الاسناد (پکی سند والی) نہ ہو کیوں کہ اگر یہ موصول روایت سند کے لحاظ سے قوی ہوگی، تو استدلال واحتجاج تو اسی سے ہوگا، نہ کہ مرسل سے۔ (تدریب الراوی:۱۰۵)

اورزیربحث مرسل روایت کو امام بیہقی نے موصولاً دوسندوں سے روایت کیاہے۔(۱)

اور یہ دونوں طریق اگر چہ متروک راویوں کی وجہ سے ضعیف ہیں،مگر مرسل کی تائید کے لئے کافی ہیں،لہٰذا یہ تمام ائمہ کے نزدیک حجت ومقبول ہوگی۔

دوسری حدیث

﴿عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنه مرفوعاً : إذاجلستِ المرأۃُ في الصلٰوۃ وضعتْ فَخِذَها علٰی فَخِذِها الأخری، فإذا سَجَدَتْ أَلْصَقَتْ بطنَهاعلی فخذها كأستر ما يكون، فإنّ اللّٰه ينظر إليها ، يقول : ياملائكتي! أشهدكم إني غفرتُ لها﴾(۲)

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے،اور جب سجدہ کرے تو پیٹ کو رانوں سے ملالیا کرے،اس طرح کہ زیادہ سے زیادہ پردہ ہوجائے ، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتا ہے،اورفرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! تم گواہ رہو کہ میں نے اس (عورت) کو بخش دیا)

اس میں عورت کے سجدے اور جلسے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ سجدے میں رانوں کو پیٹ سے ملا کر رکھنا چاہئے اوراس کی تائید گذشتہ حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ اس میں بھی سجدے میں زمین سے ملے رہنے کا حکم دیا ہے، اور جلسے میں رانوں کوایک دوسرے سے ملا کر اس طرح رکھنے کا حکم ہے کہ ایک ران دوسرے ران پر ہو،اور یہ معلوم ہے کہ مرد کے لئے یہ طریقہ نہیں ہے،لہٰذا یہ پتہ چلا کہ مرد وعورت کی

(۱) السنن الکبری بیہقی:۳؍۵۷ (۲) کنزل العمال: حدیث نمبر:۲۰۱۹۹

نماز میں فرق ہے۔

نیز اس حدیث سے ایک بات گُر کی یہ معلوم ہوئی کہ عورت کو نماز کے ارکان وافعال میں بھی اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ زیادہ سے زیادہ پردہ ہو، اس کی ہرادا، ہر سکون، ہر فعل وعمل ستر وپردہ کا ضامن ہو، اس نکتہ کو یاد رکھیں کہ یہ آئندہ کام آئے گا، اور یہ بھی یاد رہے کہ مرد وعورت کی نماز میں فرق کا بنیادی اور مرکزی نکتہ یہی ہے۔

یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے، مگر اس کے شواہد موجود ہیں ،اس سے اوپر جو حدیث گذری ہے وہ بھی اس کے بعض اجزاء کی شاہد ہے، اور آگے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت موقوفہ آرہی ہے، جس میں جلسہ میں رانوں کو ملا کر رکھنے کا حکم ہے، یہ زیر بحث روایت کے پہلے جز کی شاہد ہے ،اور محدثین کے اصول کے مطابق شواہدات کی روشنی میں ضعیف حدیث کبھی حسن کے درجہ کو اور کبھی صحیح کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔لہٰذا اس کا ضعف ختم ہوگیا۔(۱)

تیسری حدیث

﴿عن ابن عمر رضي الله عنه: أنّه سُئِلَ كيفَ كان النساءُ يُصَلِّينَ على عهد رسول الله ﷺ ؟ قال : كُنّ يَتَرَبَّعْنَ ، ثم أُمِرْنَ أن يَحْتَفِزْنَ ﴾(۲)

(حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عورتیں نماز کس طرح پڑھتی تھیں؟ فرمایا کہ وہ چارزانو بیٹھتی تھیں ،پھر ان کو حکم دیا گیا کہ سرین کے بل بیٹھیں)

(۱) دیکھواصول حدیث کی کتابیں: نزهة النظر للعسقلاني، ارشاد طلاب الحقائق للنووي، فتح المغيث للسخاوي، تدريب الراوي للسيوطي، وعلوم الحديث لابن الصلاح، وغيرها (۲) جامع المسانيد:۱/۴۰۰،مسند امام حصکفی:۴۹

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو نماز میں مرد کی طرح پیر بچھا کر نہیں، بلکہ سرین کے بل زمین پر بیٹھنا چاہئے، جبکہ مرد کے لئے یہ طریقہ ہے کہ اپنا ایک پیر بچھا کر اسی پر بیٹھ جائے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں میں نماز کا یہ طریقہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے چلا آ رہا ہے، بلکہ آپ کے حکم سے ہے، کیوں کہ صحابی کا یہ کہنا ''حکم دیا گیا'' مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔ (۱)

الغرض حضرت ابن عمرؓ کا یہ کہنا کہ ''عورتوں کو یہ حکم دیا گیا'' مرفوع حدیث کے حکم میں ہے یعنی یہ اللہ کے رسول کا فرمان اور حکم بیان کیا گیا ہے۔

اب رہا اس کی سند کا معاملہ تو عرض ہے کہ اس کو امام ابوحنیفہؒ سے حضرت نافعؒ سے اور نافعؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے اور یہاں تک سند بلاشبہ صحیح ہے اور اعلیٰ درجہ کی ہے۔ (کمالایخفیٰ علی المهرة) اس کے بعد امام اعظم سے مسانید کے جامع تک جو راوی ہیں وہ بھی سب کے سب قابل قبول اور اعتماد ہیں، سوائے زربن ابی نجیح کے، جن کے بارے میں حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی نے لکھا ہے کہ ان کے حالات مجھ کو نہ مل سکے۔ (۲)

یہاں یاد رہے کہ زربن ابی نجیح کو غیر مقبول نہیں قرار دیا گیا ہے، بلکہ یہ

---

(۱) امام ابوعبداللہ الحاکمؒ اپنی کتاب ''معرفة علوم الحديث'' میں فرماتے ہیں: '' ومنه (اي من المرفوع) قول الصحابي المعروف بالصحبة "أمرنا أن نفعل كذا" و "كُنّا نُومَرُ بكذا" فهوحديث مُسند . (معرفة علوم الحديث ص: ۲۸) اسی طرح علامہ ابن الصلاحؒ نے (مقدمه : ۲۰) میں، اور ابن حجر عسقلانی نے (نزهة النظر : ۸۵) میں، علامہ عراقی نے (الفية : ۱۹) میں، اور نوویؒ نے (ارشاد طلاب الحقائق : ۱/۱۶۱) میں ذکر فرمایا ہے، اور اسی کو صحیح اور اکثر علماء کا قول قرار دیا گیا ہے۔

(۲) اعلاء السنن: ۲۰/۳

کہا گیا ہے کہ ان کے حالات کا علم نہ ہوسکا، ویسے یہ بات اپنی جگہ ثابت ہو چکی ہے کہ امام اعظم کے مسانید قابل احتجاج ہیں، پھر ایک موقوف روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ ہم آگے چل کر اس کو نقل کریں گے۔ لہٰذا یہ روایت قابل قبول ولائق احتجاج ہے۔(۱)

چوتھی حدیث

﴿ **عن عائشةؓ قالت: قال رسول اللّٰه ﷺ : لايقبل اللّٰه صلوةَ حائضٍ إلا بِخِمَارٍ** ﴾ (۲)

(حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی نماز بغیر اوڑھنی کے اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا)

ابن حجر عسقلانیؒ بلوغ المرام میں فرماتے ہیں کہ ابن خزیمہؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ترمذی اس حدیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔(۳)

یہ حدیث صاف وصریح طور پر بتا رہی ہے کہ عورت کی نماز، اوڑھنی کے بغیر مقبول نہیں ہوتی، لہٰذا اس کو اوڑھنی سے پورا سر ڈھانک لینا چاہئے، حالانکہ مرد کے لئے یہ حکم نہیں ہے، بلکہ علماء نے اسی حدیث کی روشنی میں فرمایا ہے کہ عورت کا پورا بدن (سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے) مستور و پوشیدہ ہونا چاہئے، ورنہ نماز نہیں ہوتی، یہی امام شافعیؒ کا قول ہے، جیسا کہ امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔(۴)

بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ مرد وعورت کے بعض احکامِ نماز مختلف ہیں۔

---

(۱) دیکھو اعلاء السنن: ۳۰/۲۱-۲۴ (۲) سنن ترمذي: ۵۲/۱، ابوداود: ۹۴/۱

(۳) بلوغ المرام: ص: ۱۵ (۴) سنن ترمذي: ۵۲/۱

پانچویں حدیث

﴿عن عبد اللّٰہ عن النبي ﷺ قال: صلٰوۃُ المَرأۃِ في بیتِھَا أفضلُ من صَلَاتِھَا في حُجُرَتِھا، وصَلاتُھا فيُ مخدعِھا أفضلُ من صَلاتِھا في بیتھا﴾(۱)

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت کی نماز گھر کے اندر (دالان) میں افضل ہے، اس نماز سے جو صحن میں ہو اوراس کی اندر کی کوٹھری میں نماز افضل ہے اس نماز سے جو دالان میں ہو)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے اور گھر میں بھی جو حصہ جتنا اندر اور مستور ہو، وہ اس کے لئے افضل ہے، جب کہ یہ معلوم ہے کہ مرد کے لئے فرائض کی ادائیگی مسجد میں افضل ہے، بلکہ ضروری ہے۔

چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سننِ ہدٰی کی تعلیم دی، اور بلاشبہ سنن ہدٰی میں سے ایک ایسی مسجد میں نماز پڑھنا بھی ہے، جہاں اذان ہوتی ہو۔(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ مرد وعورت کے درمیان بعض احکامِ نماز میں فرق رکھا گیا ہے۔

چھٹی حدیث

﴿عن أبي ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: خیرُ صُفُوف الرِّجَال أوّلُھا، وشَرُّھا آخِرُھَا، وخیرُصفوفِ النِّسَاءِ آخِرُھا، وشَرُّھَا أوَّلُھا﴾ (۳)

(۱) أبوداود:۱/۸۴(۲)مسلم:۱/۲۳۲(۳)مسلم:۱/۱۸۲،ابوداؤد:۱/۹۹

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مردوں کی صفوں میں بہتر پہلی صف ہے اور بدتر آخری، اور عورتوں کی صفوں میں بہتر آخری صف اور بدتر پہلی ہے)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر جماعت میں مردوں کے ساتھ عورتیں ہوں تو عورتوں کی آخری صف افضل ہے، جبکہ اسی حدیث نے یہ بھی بتایا ہے کہ مردوں کی پہلی صف افضل ہے، اس سے یہ بھی واضح ہے کہ مرد وعورت کی نماز کے بعض احکام مختلف ہیں۔

ساتویں حدیث

﴿ عن أبي هريرة وسهل بن سعد رضي الله عنهما : قال رسول الله ﷺ : ألتسبيحُ للرجال والتصفيحُ للنساء﴾(۱)

(حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنا مردوں کے لئے ہے اور تصفیح (تالی بجانا) عورتوں کے لئے ہے)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر امام کو سہو اور بھول ہو جائے اور اس کو بتانے کی ضرورت ہو، یا کوئی آنے والا دروازے پر دستک دے رہا ہو اور اس کو یہ بتانا ہو کہ میں نماز میں مشغول ہوں، تو مرد سبحان اللہ کہے، اور عورت تالی بجائے، یہی سنت ہے۔(۲)

اس سے بھی پتہ چلا کہ نماز کے بعض احکام عورت کے لئے مرد سے مختلف ہیں،

(۱) بخاری:۱/۱۶۰، مسلم:۱/۱۸۰، أبوداؤد:۱/۱۳۵، ترمذی:۱/۵۱، عبدالرزاق:۲/۴۵۵

(۲) شرح مسلم للنوویؒ:۱/۱۷۹

اورخود شارع علیہ السلام نے دونوں کی نماز کے احکام میں فرق بیان کیا ہے۔

آٹھویں حدیث

﴿ عن عائشة رضى الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : لا خيرَ في جماعةِ النساء الا في المسجد أو فى جنازة ﴾(۱)

(ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کی جماعت میں کوئی بھلائی نہیں، مگر مسجد میں یا جنازے (کی نماز) میں)

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ عورتوں کی جماعت میں کوئی بھلائی اور خیر کی چیز نہیں، لہٰذا عورتوں کو اپنی جماعت بنانا مکروہ ہے اوراس کے برخلاف مردوں کو جماعت بنا کر نماز پڑھنے کی تاکید ہے۔

معلوم ہوا کہ مرد وعورت کی نماز کے احکام میں فرق ہے اورآخر میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ ''مگر مسجد یا جنازے کی نماز میں'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عورتیں مسجد میں جماعت کریں یا جنازے کی نماز میں کریں، تو یہ درست ہے، اور ظاہر ہے کہ مسجد میں عورتیں بلا مردوں کے جماعت نہیں کرسکتیں، بلکہ مردوں کے ساتھ کرتی ہیں، صرف ایک صورت میں ان کو جماعت کی اجازت ہے کہ جنازے کی نماز میں عورتیں جماعت کرلیں۔

یہ روایت عبداللہ بن لہیعہ راوی کے واسطے سے آئی ہے، اوران پر اگرچہ بعض علماء نے جرح کی ہے، تاہم بہت سے علماء نے ان پر اعتماد اور وثوق ظاہر کیا ہے، لہٰذا یہ

---

(۱) مجمع الزوائد: ۱/۱۵۵

حسن الحدیث ہوں گے۔ (۱)

یہاں تک ہم نے کل آٹھ حدیثوں کو پیش کر کے بتایا ہے کہ مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے، طریقۂ نماز میں بھی اور دوسرے متعلقہ احکام میں بھی، کچھ حدیثیں آگے بھی ضمناً آئیں گی، انشاءاللہ تعالیٰ۔

---

(۱) عبداللہ بن لہیعہ کے بارے میں علماء جرح وتعدیل کی رائیں مختلف ہیں، بعض نے ان کی تضعیف کی ہے اور بعض نے توثیق کی ہے، تضعیف کرنے والوں میں یحییٰ بن سعید، عبدالرحمان بن مہدی وغیرہ ہیں، اور توثیق کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری، احمد بن صالح، ابن وھب، وغیرہ ائمہ حدیث واساطینِ فن ہیں۔ امام ابوداؤدؒ نے امام احمد کا قول نقل کیا ہے کہ مصر میں حدیث کی کثرت، ضبط اور اتقان میں ابن لہیعہ جیسا کون ہے؟ سفیان ثوری نے فرمایا کہ ابن لہیعہ کے پاس اصول ہیں اور ہمارے پاس فروع، نیز فرمایا کہ میں نے کئی حج صرف اس لئے کئے ہیں کہ میں ابن لہیعہ سے ملاقات کروں، ابن وہب جو ابن لہیعہ کے ہمعصر بھی ہیں اور ہم وطن بھی، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حدیث بیان کی خدا کی قسم الصادق البار یعنی سچے اور نیک (یعنی عبداللہ ابن لہیعہ) نے، ابن معین نے فرمایا کہ میں ابن لہیعہ کی حدیث لیتا ہوں، اور ابن وہب بھی ان کی حدیث لیتے رہے۔ (مخلصاً من تهذيب التهذيب :۵/۳۷۶ – ۳۷۷) علامہ ابن شاہین محدثؒ نے اپنی کتاب '' تاريخ أسماء الثقات ''میں ان کا ذکر کیا ہے، جو کہ صرف قابل اعتماد راویوں کے تذکرہ کے لئے لکھی گئی ہے، اور اسی میں احمد بن صالحؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابن لہیعہ ثقہ ہیں اور ان کی جن حدیثوں میں تخلیط واقع ہوگئی ہے، اس کو دور کیا جا سکتا ہے۔ (تاريخ أسماء الثقات: ۱ ۹) تہذیب میں ہے کہ شعبہ بھی ابن لہیعہ سے روایت کرتے ہیں اور شعبہ کے بارے میں ابن حجر نے (تهذيب : ۱/۵، اورلسان الميزان : ۱/۲۶) میں تصریح کی ہے کہ وہ ثقہ ہی سے روایت کرتے ہیں، ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ ابن لہیعہ سب کے نزدیک ضعیف نہیں ہیں، بلکہ بہت سے اساطینِ فن وائمہ حدیث نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے، لہٰذا ان کی حدیث حسن سے کم نہ ہوگی۔ واللہ اعلم

آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اس کے بعد ہم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار واقوال ذکر کرتے ہیں، جن سے مرد وعورت کی نماز میں فرق کا ثبوت ملتا ہے، کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار واقوال بھی جمہور علماءِ اُمت کے نزدیک حجت ہیں، اور خصوصاً ائمہ اربعہ: امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ کے نزدیک تو ان کے آثار بڑے ہی قابل اعتماد وقابل اعتناء ہیں، جیسا کہ علامہ ابن القیمؒ نے ''اعلام الموقعین'' میں اس پر تفصیل وتحقیق سے لکھا ہے، اور یہ بتایا ہے کہ امام شافعی بھی اپنے قول قدیم وجدید میں صحابہ کے اقوال وآثار کو حجت مانتے ہیں۔(۱)

اور امام اعظمؒ نے اپنا مسلک خود یہ بتایا ہے کہ میں پہلے قرآن کو پھر حدیث کو لیتا ہوں، اگر وہاں نہ ملے تو صحابہ کے قول کو لیتا ہوں اور ان کے قول سے باہر نہیں جاتا۔(۲)

الغرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال وآثار بھی حجت وقابل تقلید ہیں، اس لئے یہاں ان حضرات کے اقوال وآثار ذکر کیے جاتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر

﴿ عن علي رضي الله عنه قال: إذا سجدت المرأة ، فلتحتفز ولتلتصق فخذيها ببطنها ﴾ (۳)

---

(۱) إعلام الموقعين: ۴/۱۱۹-۴/۱۲۳

(۲) تهذيب التهذيب: ۱۰/۴۵۱، أبوحنيفة وأصحابه: ۴۸

(۳) عبدالرزاق: ۳/۱۳۸ واللفظ له، ابن أبي شيبه: ۱/۲۴۱، وسنن البيهقي: ۲/۲۲۲

(حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب عورت سجدہ کرے تو اس کو چاہئے کہ سرین کے بل بیٹھے اور اپنے پیٹ سے رانوں کو ملائے رکھے)

علامہ ظفر احمد عثمانی نے اس روایت کے راویوں پر کلام کرکے آخر میں فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔(۱)

حضرت اُم درداء رضی اللہ عنہا کا اثر

﴿ عن عبد ربه بن سليمان قال: رأيتُ أمَّ الدرداء رضي الله عنها كانت ترفع يديها إلى منكبيها ﴾ (۲)

(عبدربہ بن سلیمان روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھاتی تھیں)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو کندھوں تک ہاتھ اٹھانا چاہئے، جبکہ احناف کے نزدیک مردوں کو کانوں تک ہاتھ اٹھانا چاہئے، جیسا کہ مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا عمل وارد ہوا ہے(۳)، اور جو دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے، احناف اس کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ ہتھیلیاں کندھوں تک اور ہاتھ کی انگلیاں کانوں کے برابر ہوتی تھیں۔(۴)

اور اس کی تائید ابوداؤد کی ایک روایت سے ہوتی ہے جو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا، یہاں تک کہ وہ کندھوں کے برابر ہوگئے اور انگوٹھوں کو کانوں کے برابر کرلیا، پھر تکبیر کہی۔(۵)

(۱) اعلاء السنن: ۲۴/۳ (۲) جزء رفع اليدين للإمام البخاري: ۱۳، ابن أبي شيبة: ۲۱۶/۱
(۳) مسلم: ۱۶۸/۱ (۴) بحر الرائق: ۳۰۵/۱ (۵) أبوداؤد: ۱۰۵/۱

الغرض مرد کے لئے جوطریقہ ہے،اس کے خلاف حضرت اُم درداء رضی اللہ عنہا کا یہ عمل کہ وہ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتی تھیں،اس بات کی دلیل ہے کہ مرد وعورت کے طریقۂ نماز میں فرق ہے۔

اس اثر کے تمام روای ثقہ اور قابل اعتماد ہیں،اس کو امام بخاری نے اپنے استاذ خطاب بن عثمان سے،انہوں نے اسماعیل بن عیاش سے،انہوں نے عبدربہ بن سلیمان سے اس کو روایت کیا ہے،امام بخاری کو کون نہیں جانتا،ان کی ذات کسی بھی تعارف کی محتاج نہیں،امام بخاری کے استاذ خطاب بن عثمان کے ثقہ ہونے کے لیے امام بخاری کا ان سے روایت کرنا ہی کافی ہے،کیوں کہ امام بخاری جس سے حدیث لیتے ہیں،وہ ثقہ ہوتا ہے،انہوں نے خود فرمایا کہ میں نے ایک ہزار اسی اساتذہ سے حدیث لکھی ہے اور وہ سب کے سب صاحب حدیث تھے۔(۱)

پھر دار قطنی نے بھی ان کی توثیق کی ہے اور قاسم بن ہاشم نے فرمایا کہ یہ ابدال میں شمار کیے جاتے ہیں۔(۲)

اور خطاب کے استاذ اسماعیل بن عیاش بھی ثقہ ہیں،اگر چہ بعض نے ان پر کلام کیا ہے،مگر ابن حجر فرماتے ہیں کہ علماء نے ان کو اہل شام کے علاوہ دوسرے مشائخ کی روایت میں ضعیف قرار دیا ہے اور اہل شام سے ان کی روایت قوی ہے، پھر فرماتے ہیں کہ بعض نے تو ان کو مطلقاً ثقہ قرار دیا ہے۔(۳)

ان پر مفصل کلام تہذیب میں دیکھا جائے،جس میں بتایا گیا ہے کہ بڑے بڑے ائمہ نے ان پر اعتماد ووثوق ظاہر کیا ہے۔(۴)

---

(۱)ھدي الساري:۴۷۹(۲)تہذیب التہذیب:۱۴۶/۳(۳)القول المسدد:۱۲

(۴)دیکھو تہذیب التہذیب:۳۲۱/۱۔۳۲۶/۱،وتاریخ اسماء الثقات:۶

اور یہ زیر بحث روایت ابن عیاش نے عبدربّہ سے کی ہے، جو دمشقی شامی ہیں، لہٰذا یہ حدیث مقبول وقوی ہوگی، اور عبدربہ بن سلیمان کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔(۱)

الغرض اس کے تمام راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔(واللہ اعلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

﴿عن علي رضي الله عنه قال: لا تؤم المرأة﴾ (۲)

(حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورت امامت نہ کرے)

اس حدیث کی سند میں ابن ابی ذئب بنو ہاشم کے ایک آزاد کردہ غلام سے روایت کررہے ہیں، اس سند میں ان کا نام مذکور نہیں ہے، جس سے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہ راوی مجہول ہونے کی وجہ سے حدیث ضعیف ہے، مگر بات یہ ہے کہ اس راوی کا نام اگرچہ یہاں مذکور نہیں ہے، تاہم محدثین نے تصریح کردی ہے کہ ابن ابی ذئب کے تمام شیوخ سوائے بیاضی کے ثقہ وقابل اعتبار ہیں، اس لحاظ سے یہ مولی بنی ہاشم بھی ثقہ ہیں۔(۳)

اسی لیے علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ اس کے تمام رجال (راوی) ثقہ و قابل اعتماد ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔(۴)

اس اثر سے یہ معلوم ہوا کہ عورت امامت کی صلاحیت نہیں رکھتی، جب کہ مرد

---

(۱) ثقات ابن حبان: ۷/۱۵۳ (۲) ابن ابی شیبۃ: ۱/۴۳۰، المدونة الکبریٰ: ۱/۸۵

(۳) دیکھو: سير أعلام النبلاء للإمام الذهبي: ۷/۱۴۷، الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: ۶/۱۸۲، تهذيب التهذيب: ۹/۲۷۱، تهذيب الكمال: ۲۵/۶۳۴، تهذيب الأسماء للنووي: ۱/۱۰۲. (۴) إعلاء السنن: ۴/۲۱۵.

کا امامت کی صلاحیت والا ہونا معلوم ہے، پس معلوم ہوا کہ نماز کے بعض احکام میں مرد وعورت مختلف ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اثر

﴿ عن عطاء عن عائشة :أنها كانتُ تَوُمُّ النِّسَاءَ تَقُومُ معهنّ في الصَّفِّ ﴾ (۱)

(حضرت عطاء سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عورتوں کو نماز پڑھاتی تھیں، اور درمیان صف میں کھڑی ہوتیں)

ابن حجرؒ نے اس اثر کو حاکم، ابن ابی شیبہ، عبدالرزاق اور دارقطنی کے حوالہ سے درایہ میں نقل کر کے فرمایا کہ عبدالرزاق اور دارقطنی کی سند دوسری سندوں سے صالح اور بہتر ہے۔ (۲)

اور اسی روایت کو امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ نے بطریق ابوحنیفہؒ عن حماد بن ابراہیم نقل کیا ہے اور اس میں ہے کہ یہ واقعہ رمضان میں ہوا ہے۔ (۳)

اس اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت اگر امامت کرے تو درمیان صف میں کھڑی ہونا چاہئے، جب کہ یہ معلوم ہے کہ اگر دو یا زیادہ مقتدی ہوں تو مرد امام کو آگے بڑھ کر کھڑا ہونا چاہئے۔ چنانچہ حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ جب ہم تین آدمی ہوں تو ہم میں سے ایک (امامت کے لئے) آگے بڑھ جائے۔ (۴)

---

(۱) عبدالرزاق: ۳/۱۴۱ (۲) الدرایۃ مع الہدایۃ: ۱/۱۰۳

(۳) کتاب الآثار امام محمد: ۴۴، و کتاب الآثار امام أبو یوسف: ۴۱

(۴) سنن الترمذي: ۱/۳۳

معلوم ہوا کہ اس میں مرد وعورت کے درمیان فرق ہے، ورنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس حکم رسول کے خلاف ہرگز نہ کرتیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اثر

﴿ عن حجيرة بنت حصين قالت: امّتْنَا أمُّ سلمةَ في صلاةِ العصر، قامَتْ بيننا ﴾(۱)

(حجیرہ بنت حصین کہتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عصر کی نماز میں ہماری امامت فرمائی اور ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں)

امام نوویؒ سے امام زیلعی نے نصب الرایہ میں نقل کیا ہے کہ اس اثر کی سند صحیح ہے۔(۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا اثر

﴿ عن قتادة عن أمّ الحسن أنها رأتْ أمَّ سلمة زوج النبي ﷺ تَؤُمُّ النِسَاءَ تَقُومُ معهنَّ في صفِّهنّ ﴾(۳)

(حضرت قتادہ نے حضرت ام الحسنؒ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم کی زوجہ حضرت ام سلمہ کو عورتوں کی امامت کرتے ہوئے دیکھا، وہ عورتوں کی صف کے درمیان کھڑی تھیں)

اس کی سند بھی صحیح ہے، کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ وقابل اعتبار ہیں، اور سوائے ام الحسن کے سب کے سب راوی بخاری ومسلم کے راوی ہیں، اور ام الحسن بھی معتبر

(۱) عبدالرزاق: ۱۴۰/۳، ابن أبی شیبہ: ۴۳۰/۱، مسند الشافعی: ۵۳/۱

(۲) نصب الرایۃ: ۳۱/۲ (۳) عبدالرزاق: ۱۰۴/۳، ابن أبی شیبہ: ۴۳۰/۱

راویہ ہیں۔(۱)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ عورت اگر کسی وجہ سے عورتوں کی امامت کرے،تو اس کو مرد کی طرح آگے بڑھ کر کھڑی نہیں ہونا چاہیے بلکہ درمیانِ صف میں کھڑی ہونا چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اثر

﴿عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أنّه سُئِلَ عن صلاة المَرْأةِ ، فَقَالَ: تجتمع و تحتفز﴾(۲)

(حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ عورت کی نماز کیسی ہوتی ہے؟ تو ان کے جواب میں فرمایا کہ وہ سمٹ کر نماز پڑھے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا دوسرا اثر

عن ابن عباس قال: تؤمُّ المرأةُ النِّسَاءَ ، تقُومُ في وسطهن﴾(۳)

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورت عورتوں کی امامت اس طرح کرے کہ وہ درمیان میں کھڑی ہو)

ان آثار سے بھی معلوم ہوا کہ عورت امامت کرے تو مرد کی طرح آگے بڑھ کر نہیں کھڑی ہونا چاہیے، بلکہ درمیان صف میں کھڑی ہونا چاہیے۔

(۱)قال الشيخ ناصر الدين الألباني: وهذا إسناد صحيح رواته ثقات معروفون من رجال الشيخين، غيرأم الحسن هذه وهي البصرية ، واسمها خيرة مولاة أم سلمة، وقد روي عنها جمعٌ من الثقات، ورمز لها في التهذيب بأنّها ممن روي لها مسلم، وذكرها ابن حبان فى الثقات.(تمام المنة على فقه السنة : ۱۵۴)

(۲)ابن أبی شیبہ:۲۴۱/۱(۳)عبدالرزاق:۱۴۰/۳

انتباہ

یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا عمل اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول یہ ظاہر کرتا ہے کہ عورت امامت کر سکتی ہے، پھر اس کو کیوں مکروہ کہا جاتا ہے؟ کیوں کہ عورتوں کی جماعت کا مکروہ ہونا خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے اوپر گذر چکا ہے، اور عورت کی امامت کا ممنوع ہونا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر سے بھی ثابت ہے۔ لہٰذا یہاں یوں کہا جائے گا کہ کسی مصلحت سے ان حضرات نے ایسا کیا ہے اور کبھی کبھی کیا ہے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر عورت امامت کرے تو درمیان میں کھڑی ہو، یہ نہیں کہ وہ عورت کو امامت کی اجازت دے رہے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر

﴿ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: ليس على النساء أذان ولا إقامة ﴾(۱)

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورتوں پر اذان نہیں ہے، اور نہ اقامت ہے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اثر

﴿ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: ليس على النساء أذان ولا إقامة ﴾ (۲)

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورتوں پر نہ اذان ہے نہ اقامت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اثر

﴿ عن معتمر بن سليمان عن أبيه: كنا نسأل أنساً رضی اللہ عنہ: هل على النساء أذان وإقامة؟ قال: لا، وان فعلن فهو ذكر ﴾ (۳)

(۱) عبدالرزاق: ۳/۱۲۷ (۲) عبدالرزاق: ۳/۱۲۷ (۳) ابن أبی شیبہ: ۱/۲۰۲

(حضرت سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھتے کہ کیا عورتوں پر اذان واقامت ہے؟ وہ فرماتے کہ نہیں، اور اگر وہ کرلیں تو یہ ذکر ہوگا)

ان حضرات صحابہ کے اقوال سے معلوم ہوا کہ عورت پر نہ اذان ہے اور اقامت ہے، جبکہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ مردوں کے لیے اذان واقامت دونوں سنت ہیں، معلوم ہوا کہ عورت کے احکام نماز میں فرق ہے۔

یہاں ایک شبہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جن سے یہاں یہ نقل کیا گیا ہے کہ عورتوں پر نہ اذان ہے اور نہ اقامت، ان ہی سے ایک روایت یہ ہے کہ جب کسی نے ان سے یہ سوال کیا کہ کیا عورتوں پر اذان ہے؟ تو آپ غضب ناک ہو گئے، اور فرمایا کہ کیا میں اللہ کے ذکر سے منع کروں؟، اس سے بظاہر یہ لگتا ہے کہ آپ عورتوں کے لیے بھی اذان واقامت کے قائل تھے۔(۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ عورتوں کے لیے اصل حکم تو آپ نے بیان کردیا کہ ان پر اذان واقامت نہیں ہے، لیکن جب کسی نے اس کا سوال کیا تو آپ کو ایسا کہنا اچھا نہیں لگا کہ عورتیں اذان واقامت نہ کہیں، کیونکہ ظاہراً یہ ذکر سے منع کرنے کے مشابہ ہے۔ لہٰذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کے نزدیک عورتوں کے لیے اذان واقامت مردوں کی طرح سنت ہے، اسی طرح حضرت عائشہ وحضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے جو اذان یا اقامت کہنا ثابت ہے، اس سے بھی سنیت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ صرف جواز معلوم ہوتا ہے۔(۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر

❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ

(۱) ابن أبي شيبة: ۲۰۲/۱ (۲) مجمع الزوائد: ۳۵/۲

عورت کے لئے اپنے گھر سے بہتر نماز کی جگہ کوئی نہیں، مگر حج اور عمرہ میں (کہ وہاں مسجد میں پڑھے) سوائے اس عورت کے جو شوہر سے مایوس ہوگئی ہو (یعنی بوڑھی ہوتو وہ مسجد میں پڑھ سکتی ہے ﴾ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو مسجد میں نہیں، بلکہ گھر میں نماز پڑھنا افضل وبہتر ہے، جب کہ مرد کے لئے مسجد افضل ہے۔

یہ کل بارہ آثار واقوال ہیں جن سے مرد وعورت کی نماز کے بعض طریقے میں اور بعض احکام میں فرق کا ثبوت ہوتا ہے۔

(۱) مجمع الزوائد:۱/۱۵۵

اقوال تابعین عظام

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد حضراتِ تابعین عظام کا اسلام میں اس اعتبار سے ایک خاص مقام ہے کہ انہوں نے حضرات صحابہ کرام سے علم قرآن و حدیث حاصل کیا ہے اور دین کے فہم و بصیرت میں ان کو بعد والوں پر ایک گونہ فضیلت ہے، اسی لیے قرآن کی تفسیر کے سلسلہ میں بھی صحابہ کے بعد ان ہی حضرات کا درجہ ہے، اور اکثر علماء نے اسی کو اختیار کیا ہے، جیسا کہ علامہ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے۔ (۱)

لہٰذا صحابہ کے اقوال کے بعد حضرات تابعین کرام کے اقوال ملاحظہ فرمائیں، جن سے مرد و عورت کی نماز میں فرق کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت مجاہدؒ کا قول

﴿ عن ليث عن مجاهد أنه كان يكره أن يضع الرجل بطنه على فخذيه إذا سجد كما تضع المرأة ﴾(۲)

(حضرت لیث کہتے ہیں کہ حضرت مجاہد اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ مرد، سجدہ میں اپنا پیٹ عورت کی طرح اپنی رانوں پر رکھے)

حضرت مجاہدؒ ایک مشہور تابعی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر شاگرد ہیں، ان کے بارے میں حضرت لیثؒ فرماتے ہیں کہ وہ مرد کے لیے عورت کی طرح سجدہ کرنے کو مکروہ فرماتے تھے، اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک مرد و عورت کی نماز کے طریقے میں فرق تھا۔

---

(۱) فتاویٰ ابن ابی تیمیہ: ۳۶۸/۱۳ (۲) ابن أبی شیبہ: ۲۴۲/۱

حضرت حسن بصریؒ وحضرت قتادہ کا قول

﴿عن الحسن و قتادة قالا: إذا سَجَدَتِ المَرْأَةُ فإنّها تَنْضَمُّ ما استطاعت، ولا تَتَجَافٰی لکَیْ لا ترفع عجیزتها﴾(۱)

حضرت حسن بصریؒ وحضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ: عورت جب سجدہ کرے تو وہ جس قدر ہو سکے ملی ملی رہے اور وہ (اپنے اعضاء کو) نہ کھولے (یعنی مرد کی طرح اعضاء کو علیحدہ علیحدہ نہ رکھے) تا کہ اس کی سرین اوپر نہ ہو جائے۔

حضرت عطاءؒ کا فرمان

﴿ عن ابن جریج ، قلتُ لعطاء :أتشیر المرأةُ بیدیها کالرِّجال بالتکبیر؟ قال: لا تَرْفَعُ بذلك یدیها کالرّجال،وأشَارَ وَخَفَضَ یدیه جِدّاً، وجَمَعَهُمَا إلیه ، وقال: إنّ للمرأةِ هیئةً لیستُ للرّجَال﴾ (۲)

(حضرت ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ کیا عورت مردوں کی طرح تکبیر میں ہاتھ سے اشارہ کرے گی؟ حضرت عطا نے فرمایا کہ عورت مردوں کی طرح تکبیر میں ہاتھ نہ اٹھائے۔ پھر (ہاتھ اٹھانے کا طریقہ دکھاتے ہوئے) اشارہ کیا، پس اپنے ہاتھوں کو بہت نیچے رکھا، اور ان کو اپنی طرف جمائے رکھا، اور فرمایا کہ عورت کے لئے ایک طریقہ ہے، جو مرد کے لئے نہیں ہے)

حضرت عطاءؒ کا دوسرا قول

﴿ عن ابن جریج عن عطاء قال: تجتمع المرأة إذا رکعت، ترفع یدیها إلی بطنها،وتجتمع ما استطاعت،فإذا سجدت فلتضم یدیها إلیها، تضم

(۱) عبدالرزاق:۳/۱۳۷ (۲) مصنف عبدالرزاق:۳/۱۳۷

بطنهاوصدرها إلى فخذيها ، وتجتمع ما استطاعت﴾(۱)

(ابن جریج سے مروی ہے کہ حضرت عطاء نے فرمایا کہ عورت جب رکوع کرے تو اپنے آپ کو ملائے ،جمائے رکھے، اپنے ہاتھ پیٹ تک اٹھائے ،اور جس قدر ہو سکے اپنے کو ملائے رکھے، جب سجدہ کرے تو اپنے ہاتھوں کو اپنی طرف ملا لے اور اپنے پیٹ اور سینہ کو اپنی رانوں سے ملا لے اور جس قدر ہو سکے ملی ملائے رہے)

حضرت عطاءؒ کا ایک اور قول

﴿عن ابن جريج عن عطاء قال: تجمع المرأة يديها في قيامها ما استطاعت﴾ (۲)

(ابن جریج فرماتے ہیں کہ حضرت عطاء نے ارشاد فرمایا کہ عورت قیام کی حالت میں اپنے ہاتھوں کو جس قدر ہو سکتا ہے، اتنا ملائے رکھے)

حضرت عطاءؒ جو ایک بلند پایہ محدث وفقیہ ہیں، ان کے یہ اقوال بتا رہے ہیں کہ عورت کی نماز مرد کے لحاظ سے بعض امور میں مختلف ہوتی ہے، اس کے قیام ورکوع وسجدہ کے ارکان مرد کی طرح نہیں ہیں۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ کا بیان

﴿ عن ابراهيم قال: كانت تؤمر المرأة أن تضع ذراعها و بطنها على فخذيها إذا سجدت ،ولا تتجافى كما يتجافى الرجل لكى لا ترفع عجيزتها ﴾(۳)

(حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: عورت کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ

(۱) مصنف عبدالرزاق:۳/۱۳۷ (۲) مصنف عبدالرزاق:۳/۱۳۷

(۳) مصنف عبدالرزاق:۳/۱۳۷

اور پیٹ کو سجدہ کرتے وقت اپنی رانوں پر رکھے اور مرد کی طرح نہ کھلے، تاکہ اس کی سرین اوپر نہ ہو جائے)

حضرت ابراہیم نخعیؒ کا دوسرا قول

﴿عن ابراهيم قال: إذا سجدت المرأة فلتلزق بطنها بفخذيها، ولا ترفع عجيزتها، ولا تجافي كما يجافي الرجل﴾ (۱)

(عورت سجدے میں اپنے پیٹ کو رانوں سے ملالے اور سرین نہ اٹھائے اور مرد کی طرح اعضاء الگ الگ نہ کرے)

امام ابراہیم نخعیؒ معروف تابعی ہیں، اور اپنے زمانے کے ایک معتبر محدث بھی ہیں اور فقیہ بھی، ان کے ان اقوال سے بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عورت و مرد کی نماز میں فرق ہے۔

حضرت مجاہدؒ کا قول

حضرت مجاہدؒ سے امام عبدالرزاق نے روایت کیا کہ عورتوں پر اقامت نہیں ہے۔ (۲)

امام زہریؒ کا فرمان

حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ عورتوں پر اقامت نہیں ہے۔ (۳)

حضرت حسن بصریؒ اور سعید بن المسیبؒ کا قول

حضرت حسن بصریؒ اور سعید بن المسیبؒ کا ارشاد ہے کہ عورتوں پر نہ اذان ہے اور نہ اقامت ہے۔ (۴)

---

(۱) ابن اَبی شیبہ: ۱/۲۴۲ (۲) مصنف عبدالرزاق: ۳/۱۲۷

(۳) ابن اَبی شیبہ: ۱/۲۰۲، عبدالرزاق: ۳/۱۲۷

(۴) ابن اَبی شیبہ: ۱/۲۰۲، عبدالرزاق: ۳/۱۲۷

حضرت ابراہیم نخعیؒ کا ارشاد

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ عورتوں پر اذان اور اقامت نہیں ہے۔(۱)

حضرت خالد بن لجلاجؒ کا بیان

﴿عن خالد بن اللجلاج قال: كن النساء يُؤْمَرْنَ أن يَتَرَبَّعْنَ إذا جَلَسْنَ في الصلاة ، ولا يجلسن جلوسَ الرَّجُل على أوراكهن ، يتقي ذلك على المرأة مخافةَ أن يكون منها الشيء﴾ (۲)

(حضرت خالد بن لجلاج تابعیؒ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ جب نماز میں بیٹھیں تو چار زانو بیٹھیں، اور مردوں کی طرح اپنی سرین پر نہ بیٹھیں، عورت کو اس سے اس اندیشہ کی وجہ سے بچایا جاتا ہے کہ اس کا کوئی حصہ ظاہر ہو جائے)

حضرت خالد بن لجلاج ایک معروف تابعی ہیں اور بعض نے تو ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے، وہ بتا رہے ہیں کہ عورتوں کو چار زانو بیٹھنے کا حکم دیا جاتا تھا، اور عورت کو مرد کی طرح نہیں بیٹھنا چاہئے۔

یہ چند حضرات تابعین کے اقوال ہیں، جن سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عورت و مرد کی نماز میں فرق ہے، اور عورت کو مردوں کی طرح نماز نہیں پڑھنا چاہئے۔

احادیث وآثار کا مقصد

اوپر جو احادیث وآثار ذکر کیے گئے ہیں، ان میں غور کرنے، ان کے مجموعے پر نظر ڈالنے اور ان میں پائے جانے والے بعض اشاروں پر تحقیق وتدقیق سے کام لینے سے خود بخود یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان سب کا مقصد اور منشاء یہ ہے کہ

(۱) ابن أبی شیبہ: ۱/۲۰۲، عبدالرزاق: ۳/۱۲۷ (۲) ابن أبی شیبہ: ۱/۲۴۲

عورت زیادہ سے زیادہ مستوراور پوشیدہ رہے،اس کی ہرادا، ہرحرکت ، ہرسکون ، ہر طریقۂ کار پردہ اورستر کا ضامن ہو، وہ مرد کی طرح بےتحاشا کھل نہ جائے ، بے دھڑک کوئی فعل وعمل نہ کرے، بلکہ وہ حتی الامکان دبی دبی، ملی ملی، چمٹی چمٹی، چھپی چھپی، نماز ادا کرے، یہی بنیادی نکتہ ہے جس پر مرد وعورت کی نماز کا فرق بیان کیا گیا۔

اس کی تائید حضرت کے عطاء کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے حضرت ابن جریج کے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ کیا عورت جب دو رکعت پر بیٹھے تو اپنے بائیں جانب پر بیٹھے؟ فرمایا کہ ہاں،ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ کیا یہ آپ کے نزدیک اس کے دائیں جانب پر بیٹھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ فرمایا کہ ہاں، وہ جس قدر ہو سکے سمٹ کر بیٹھے،ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ عورت دو رکعتوں پر مرد کی طرح بیٹھے یا اپنا بایاں پیر سرین کے نیچے سے نکال دے؟ فرمایا کہ ان میں سے کوئی صورت بھی اس کے لیے نقصان دہ نہیں بشرطیکہ وہ سمٹ کر رہے۔ (۱)

اس میں حضرت عطاء نے عورت کی نماز کا وہ بنیادی ومرکزی نقطہ بیان کر دیا ہے جس پر اس کی نماز کا طریقہ قائم ہے ،اور وہ ہے ستر و پردہ کا لحاظ ،اس لیے جس صورت وشکل میں یہ بات زیادہ حاصل ہوگی، وہ اس کے حق میں مطلوب ہوگی۔

عورت کے سجدے کی کیفیت اوراس کی حکمت

مثلاً احادیث رسول ﷺ کے تحت ہم نے دونمبر پر جو حدیث پیش کی ہے اس میں فرمایا گیا ہے کہ ’’عورت سجدے میں پیٹ کورانوں سے ملا کر رکھے اس طرح کہ زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے‘‘، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا

(۱)ابن اَبی شیبہ:۱/۲۴۲

منشأ عورت کو مذکورہ کیفیت سے سجدہ کرنے کا حکم دینے سے یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مستور و پوشیدہ رہے۔

عورت کو "سبحان اللہ" کہنے سے منع کرنے کی وجہ

اسی طرح ساتویں حدیث جو بخاری و مسلم کے حوالہ سے گذری ہے، اس میں آپ ﷺ نے عورتوں کو ضرورت کے موقعہ پر تالی بجانے کی اجازت دی ہے اور سبحان اللہ کہنے کی اجازت نہیں دی، بلکہ مردوں کے ساتھ اس کو مخصوص قرار دیا ہے، اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ عورت کا آواز بلند کرنا ستر اور پردہ کے خلاف ہے۔

چناچہ محدث جلیل حضرت علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"وكان منع النساء من التسبيح لأنها مأمورة بخفض صوتها في الصلاة مطلقاً لما يخشى من الافتنان "(۱)

(عورتوں کو سبحان اللہ کہنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ ان کو فتنہ کے اندیشہ سے نماز میں مطلقاً اپنی آواز کو پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے)

اسی طرح علامہ عینیؒ شارح بخاری فرماتے ہیں:

" وإنما كره لها التسبيح لأن صوتها فتنة ، ولهذا مُنِعَتْ من الأذان والامامة والجهر بالقراءة في الصلاة "(۲)

(عورتوں کو سبحان اللہ کہنا اس لئے مکروہ ہے کہ ان کی آواز فتنہ ہے، اسی لئے ان کو اذان دینے، امامت کرنے اور نماز میں زور سے قرأت کرنے سے منع کیا گیا ہے)

علامہ ابن عبد البر مالکیؒ نے فرمایا کہ:

"إنما كره التسبيح للنساء ، وأبيح لهن التصفيق من أجل ان صوت

(۱) فتح الباری: ۳۰/۷۷ (۲) عمدۃ القاری فی شرح البخاری ۳/۱۲۷

المرأة رخيم في أكثر النساء ، وربما شغلت بصوتها الرجال المصلين معها "۔(۱)

(عورتوں کے لیے سبحان اللہ کہنا مکروہ اور تالی بجانا جائز اس لیے ہوا کہ عورت کی آواز اکثر کے لحاظ سے نرم ہوتی ہے اور بعض اوقات اس کی آواز، اس کے ساتھ نماز پڑھنے والے مردوں کو اپنے میں مشغول کر سکتی ہے)

اور شارح مؤطا علامہ زرقانی نے فرمایا کہ:

"وقال القرطبي: القول بمشروعية التصفيق للنساء هو الصحيح خبراً ونظراً،لأنها مأمورة بخفض صوتها في الصلاة مطلقاً لما يخشى من الافتنان ". (۲)

(قرطبی نے فرمایا کہ عورتوں کے لیے تالی بجانے کی مشروعیت ہی صحیح قول ہے نقلاً بھی عقلاً بھی ، کیونکہ ان کو فتنہ کے اندیشہ سے نماز میں مطلقاً اپنی آواز کو پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے)

فقہاء میں سے علامہ ابن نجیمؒ اور علامہ ابن الہمام وغیرہ نے بھی یہی بات اس حدیث کے بارے میں فرمائی ہے۔(۳)

عورت کو گھر میں نماز پڑھنے کے حکم کی مصلحت

اور پانچ نمبر پر ابوداؤد کی جو روایت درج کی گئی ہے، اس میں عورت کو گھر میں بھی اندر کے حصوں میں نماز پڑھنے کو افضل قرار دیا گیا ہے، اس کی وجہ بھی وہی پردہ ہے۔

چنانچہ مشہور و معروف محدث حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ شرح ابوداؤد

(۱) التمہید :۲۱/۱۰۸(۲) شرح مؤطا زرقانی:۱/۴۷۱

(۳) دیکھو فتح القدیر:۱/۲۶۰،بحرالرائق:۱/۲۷۰،شامی:۱/۴۶۱

میں اس کی وجہ یہی بیان کرتے ہیں کہ عورت کے احکام کا بنی ستر اور پردہ پر ہے اور گھر میں نماز پڑھنے میں اس کے پردہ اور ستر کا کمال ہے۔ (۱)

عورتوں کی آخری صف افضل کیوں؟

نمبر چھ پر جو حدیث گزری ہے، جس میں عورتوں کی پہلی صف کو بدتر اور آخری صف کو بہتر قرار دیا ہے، اس کی وجہ میں علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

''جو عورتیں مردوں کے ساتھ جماعت میں حاضر ہوں، ان کی آخری صفوں کو افضل قرار دیا گیا ہے، کیوں کہ اس صورت میں عورتیں مردوں سے اختلاط، ان کو دیکھنے اور ان کے حرکات وغیرہ سے ان کی طرف دل مائل ہونے سے دور اور محفوظ ہوں گی''۔ (۲)

اوپر کی تفصیلات سے یہ بات خوب واضح ہوجاتی ہے کہ ان سب احادیث وآثار کا مقصد ومنشا عورت کو پردہ اور ستر میں رکھنا ہے، جیسا کہ اس کی فطرت ومزاج کا تقاضا ہے۔

امام شافعیؒ کا زریں ارشاد

یہاں تک پہنچنے کے بعد مجھے حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمہ کی کتاب ''الام'' دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی، اس میں امام موصوف نے عورت کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے، وہی بات ارشاد فرمائی ہے، جو اوپر بیان ہوئی، میں اس کو یہاں آپ ہی کے الفاظ میں نقل کرتا ہوں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"وقدأدّب اللّٰه تعالیٰ النساءَ بالاستتار، وأدَّبَهُنَّ بذلك رسولُ اللّٰه ا،وأحبَّ للمرأة في السجود أن تَضُمَّ بعضَها إلى بعض، وتلصق بطنَها

(۱) بذل المجهود شرح أبي داؤد:۱/۳۲۰ (۲) شرح مسلم للنوویؒ ۱/۱۸۲

بِفَخِذَيْها ، وتسجُدَ كأسْترِ ما يَكُوْنُ لها، وهكذا أحَبَّ لها في الركوع، والجلوس، وجميع الصلوة أنْ تَكُوْنَ فيها كأسْتَرِ ما يَكُوْنُ لها، وأحبَّ أن تكفت جلبابها، وتجافيه راكعةً وساجدةً عليها لئلا يصفها ثيابها". (۱)

(ترجمہ: تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو پوشیدہ اور مستور رہنے کی تعلیم دی ہےاور رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کواس کی تعلیم دی ہے،اور عورت کے لئے اس بات کو پسند فرمایا کہ وہ سجدہ میں اپنے بعض حصے کو بعض سے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملاکر رکھے، اوراس طرح سجدہ کرے کہ اس کے حق میں زیادہ سے زیادہ پردہ ہوجائے، نیز اسی طرح آپ ﷺ نے عورت کے لئے رکوع اور جلسے اور پوری نماز میں اس بات کو پسند فرمایا ہے کہ وہ اس انداز سے نماز پڑھے کہ زیادہ سے زیادہ مستور وپوشیدہ رہے،اور یہ بھی پسند فرمایا کہ وہ اپنی چادر کو سمیٹ لے اور چادر کو رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے ،اپنے اوپر ڈھیلا رکھے، تاکہ اس کے کپڑے (چست ہونے کی وجہ سے)اس کی تصویر نہ کھینچیں)

حاصل کلام یہ کہ ان احادیث اور آثار سے بطور قدر مشترک یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے اور یہ فرق اس بات پر مبنی ہے کہ عورت زیادہ سے زیادہ مستور وپوشیدہ رہے۔

ایک ضروری وضاحت

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ پردہ جس کو عربی میں حجاب کہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ عورت کسی نامحرم مرد کے سامنے نہ آئے، اور ستر جس کا ہماری اوپر کی تحریر میں بار بار ذکر آیا ہے، اس سے یہ حجاب مراد نہیں ہے، بلکہ ستر کا تعلق خود عورت

(۱) کتاب الام للامام شافعیؒ:۱/۱۱۵۔

کی ذات سے ہے، خواہ کوئی مرد سامنے ہو یا نہ ہو، جیسے خود مرد کے لئے بھی ستر کا حکم ہے کہ وہ ناف سے لیکر گھٹنوں تک کا حصہ چھپائے رکھے، اور نماز میں بھی اس کا چھپانا ضروری ہے، خواہ رات کی اندھیری میں، یا تنہا کسی جگہ میں، وہ نماز پڑھ رہا ہو۔

معلوم ہوا کہ ستر کا تعلق خود اس کی ذات سے ہے، خواہ کوئی اس کو دیکھ رہا ہو یا نہ دیکھ رہا ہو، اسی طرح عورت کے حق میں ستر کا لفظ جو استعمال کیا گیا ہے، اس کے یہی معنی ہیں کہ وہ حتی الامکان اپنے آپ کو پوشیدہ رکھے، اور اپنے افعال وحرکات سے بھی بے پردگی ظاہر نہ ہو، اور اس کو کوئی دیکھ رہا ہو یا نہ دیکھ رہا ہو، بہر حال اس کے لئے یہ حکم ہے، دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ وہ نماز میں سراپا شرم وحیاء بنی ہوئی ہو، یاد رہے کہ لغت میں ستر کے ایک معنی حیا اور شرم کے بھی آتے ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ "ما لفلان سِتْرٌ ولا حِجْرٌ" (یعنی فلاں کو نہ حیاء ہے نہ عقل ہے)، اس میں ستر سے مراد حیاء ہے اور حجر سے مراد عقل ہے۔(۱)

حضرات علماء کا ادراک وفہم

اسی منشاء ومقصد کو سامنے رکھتے ہوئے حضرات علماء وائمہ نے جہاں عورت کی نماز کا طریقہ اور دیگر احکام بیان فرمائے ہیں، وہاں انہوں نے ہر جگہ اس کو ملحوظ رکھا ہے کہ عورت زیادہ سے زیادہ مستور و پوشیدہ رہے، اور اس کے ارکان وافعال کی ادائیگی بھی ستر و پردہ کی ضامن ہو، یہ دراصل ان حضرات کے درک وفہم کا نتیجہ اور ان کی درایت وتفقہ کا ثمرہ ہے، اسی تفقہ ودرایت سے کام لیتے ہوئے سیدنا امام اعظم کے شاگرد رشید حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ضرورت کے موقع پر نماز میں عورت کو جو تالی بجانے کی اجازت دی گئی ہے، اگر عورت اس کو بھی ترک کردے

(۱) لسان العرب: ۳۴۴/۴

تو ہمارے نزدیک بہتر اور پسندیدہ بات ہے۔ (۱)

ممکن ہے تفقہ ودرایت سے خالی اور محروم کسی شخص کو امام محمد کی یہ بات حدیث کے خلاف نظر آتی ہو، مگر خداوند تعالیٰ نے جس کو نور بصیرت اور دیدۂ حقیقت بیں عطا فرمایا ہو، وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ حدیث کے خلاف نہیں بلکہ منشاء حدیث کے عین مطابق ہے، کیوں کہ عورت کو جب سبحان اللہ کہنے سے اس لئے منع کیا گیا کہ اس کی آواز سے فتنہ کا اندیشہ ہے، تو تالی بجانے سے پرہیز کرنا، اس منشاء نبوی کی تکمیل ہی ہوگی، نہ کہ اس کی خلاف ورزی، بہرحال ائمہ وعلماء نے اس منشاء کو خوب سمجھ کر ہر جگہ اس کو ملحوظ رکھا ہے، جیسا کہ امام شافعی نے اس کی تصریح کی ہے۔

ایک حقیقت

مگر ایک بات یہاں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ان ائمہ وعلماء نے محض اپنی رائے اور قیاس سے نماز کا طریقہ مقرر نہیں فرمادیا۔ بلکہ بات یہ ہے کہ نماز ایک عملی چیز ہے، جس کو صحابہ سے تابعین، پھر ان سے ان کے بعد آنے والے لوگ عملی طریقہ پر یکے بعد دیگر لیتے آئے ہیں، اسطرح یہ طریقۂ نماز آج تک توارث وتعامل سے چلا آرہا ہے اور اس طریقہ کا صحیح ہونا، ان علماء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے، جنہوں نے اب سے بہت پیشتر تابعین وتبع تابعین سے اس کو حاصل کرکے اپنی کتابوں میں درج کردیا ہے، لہٰذا ہر ہر جزئیہ کا حدیث میں ملنا کوئی ضروری نہیں، بلکہ یہ متوارث ومتواتر عمل ہی اس کے لئے کافی وافی ثبوت ہے، اور اسکی صحت پر وہ چند احادیث وآثار صاف وواضح دلیلیں ہیں، جو اوپر ذکر کیے گئے ہیں۔

---

(۱) کتاب الآثار:۴۵

عورت اور مرد کی نماز میں فرق کے بارے میں
دیگر ائمہ کا مسلک

اس رسالہ میں اصل مقصود احناف کا مسلک بیان کرنا ہے، اس لئے جہاں ہم آگے چل کر طریقۂ نماز بیان کریں گے، تو احناف ہی کے نقطۂ نظر سے اس کو پیش کریں گے، لیکن جب یہاں یہ بحث آگئی ہے کہ مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اتنی بات دیگر ائمہ کے کلام سے بھی ثابت کردی جائے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ مرد وعورت کی نماز میں فرق کے صرف احناف ہی قائل نہیں، بلکہ دیگر ائمہ بھی اس کے قائل ہیں۔

ہم نے اوپر امام شافعیؒ کی تحریر پیش کی ہے، جس سے ثابت ہوا کہ خود امام شافعیؒ بھی مرد وعورت کی نماز میں فرق کے قائل ہیں، اس کے علاوہ کچھ اور تصریحات بھی ملاحظہ فرمالیں۔

شافعی مسلک

شافعی مسلک کے مشہور ومعروف فقیہ ومحدث علامہ نوویؒ اپنی کتاب "المنهاج" میں مرد کا طریقہ نماز بتانے کے بعد فرماتے ہیں:

" وتضم المرأة والخنثى" (کہ عورت اور مخنث اعضاء کو ملائے رکھے)(۱)

"مغنی المنهاج شرح المنهاج " میں اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے:

" أي بعضها إلى بعض في ركوعهما وسجودهما ، بأن تلصقا بطنهما بفخديهما ، لأنه أسترلها وأحوط له ". (۲)

---

(۱) المنہاج علی ہامش مغنی المحتاج: ۱/۱۷۳ (۲) مغنی المحتاج: ۱/۱۷۳

(وہ دونوں (عورت وخنثیٰ) بعض اعضاء کو بعض سے ملائیں، اپنے رکوع اور سجدے میں، اس طرح کہ اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملا دیں، کیوں کہ یہ عورت کے لیے زیادہ پردہ کا سبب اور خنثیٰ کے لیے زیادہ احتیاط کا باعث ہے)

روضۃ الطالبین میں امام نووی نے رکوع کی کیفیت میں لکھا ہے:

"ويجافي الرجل مرفقيه عن جنبيه، ولا تجافي المرأة والخنثى". (۱)

(مرد اپنی کہنیاں اپنے بازؤوں سے الگ رکھے، اور عورت الگ نہ رکھے اور نہ خنثیٰ الگ رکھے)

اور اسی میں سجدہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" و يرفع الرجل مرفقيه عن جنبيه و بطنه عن فخذيه، والمرأة تضم بعضها إلى بعض". (۲)

(مرد اپنی کہنیوں کو اپنے بازؤں سے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے اُٹھا کر رکھے، اور عورت بعض حصہ کو بعض سے ملا کر رکھے)

اسی طرح شافعی مسلک کے معروف عالم امام غزالیؒ نے ''احیاء العلوم'' اور ''بدایۃ الہدایہ'' میں مرد وعورت کی نماز میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ عورت رکوع میں اپنی کہنیوں کو بازؤوں سے ملا کر رکھے اور مرد الگ کر کے رکھے اور سجدہ میں عورت مرد کی طرح کہنیوں کو بازؤں سے الگ اور پیروں کے درمیان جگہ نہ رکھے، بلکہ ملا کر رکھے۔ (۳)

مالکی مسلک

ابن ابی زید کے رسالہ کی شرح میں ابوالحسن مالکیؒ فرماتے ہیں:

(۱) روضۃ الطالبین: ۱/۲۵۰ (۲) روضۃ الطالبین: ۱/۲۵۰ (۳) دیکھو: احیاء العلوم: ۱/۱۵۴، بدایۃ الہدایہ علی ہامش مراقی العبودیۃ: ۴۶ - ۴۷

"(وهي) أي امرأة (في هيئة الصّلوة مثلہ) أي مثل الرجل غيرَ أنها تنضمُّ ، ولا تفرج فخذيها ، ولا عضد يها ، و تكون منضمةً منزويةً فى جلوسها وسجودها و أمرها كله". (۱)

(اورعورت نماز کے طریقہ میں مرد ہی کی طرح ہے،مگر وہ مل ملا کر نماز پڑھے، اور اپنی رانیں اور باز و کھول کر نہ رکھے،اور جلسہ،سجدہ اور تمام حالات میں ملی ہوئی اور سکڑی ہوئی ہو)

نیز نماز میں عورت کہاں تک ہاتھ اُٹھائے گی؟اس کے بارے میں امام قرافی نے لکھاہے: وہ مرد سے کم ہاتھ اُٹھائے،اوراس پر اجماع نقل کیا ہے۔(۲)

حنبلی مسلک

امام منصور البہوتی الحنبلیؒ ، فقہ حنابلہ کی مشہور کتاب''المقنع'' کی شرح ''الروض المربع''میں فرماتے ہیں:

"(والمرأة مثله) مثل الرجل فى جميع ماتقدم حتى فى رفع اليدين لكن تنضم نفسها فى الركوع والسجود وغيرهما ، فلاتتجافى، وتسدل رجليها فى جانب اذاجلست، وهو أفضل أو متربعة ، وتسر بالقراء ة وجوباً ، إن سمعها أجنبي . (۳)

(عورت تمام امور میں جواوپر گذرے ہیں مرد کی طرح ہے،حتی کہ رفع یدین میں بھی، لیکن وہ اپنے آپ کو رکوع،سجدہ اور دوسرے امور میں ملائے رکھے،لہٰذا (مرد کی طرح) کھل نہ جائے، اور جب بیٹھے پیروں کو ایک طرف نکال دے ، اور یہ افضل ہے،

(۱) شرح الرسالة على ہامش کفایۃ الطالب الربانی:۱/۲۱۷۔۱/۲۱۸ (۲) الثمر الدانی شرح رسالة القیر وانی:۱/۱۰۲،کفایۃ الطالب الربانی:۱/۳۲۷ (۳) الروض المربع:۱۸۳

یا چوزانو بیٹھے،اور اگر کوئی اجنبی سن رہا ہوتو قرأت وجوبی طور پر آہستہ کرے)

نیز علامہ ابن الجوزیؒ حنبلی نے اپنی کتاب ''احکام النساء'' میں فرمایا کہ:

"والمرأة في جميع ماذكرنا كالرجل، إلا أنها تجمع نفسها في الركوع ،والسجود، وتسدل رجليها في الجلوس، فتجعلها في جانب يمينها ، أو تجلس متربعةً .(۱)

(اورعورت اُن تمام باتوں میں جوہم نے ذکرکیا ہے، مرد ہی کی طرح ہے،سوائے اس کے کہ وہ رکوع اور سجدہ میں اپنے آپ کو سمیٹے گی، اور بیٹھنے میں اپنے پیروں کو داہنی جانب نکال دے گی، یا چوزانوں بیٹھے گی)

عورت نماز میں زور سے قرأت کرسکتی ہے یا نہیں؟اس کے بارے میں فقہ حنبلی کی معروف ومستند کتاب ''المبدع'' میں لکھا ہے کہ:

"وأما المرأة فإن لم يسمعها أجنبي، فقيل:تجهر كالرجل ، و قيل: يحرم، قال أحمد: لاترفع صوتها، قال القاضي:أطلق المنع .(۲)

(اور رہی عورت تو اگر کوئی اجنبی نہ سن رہا ہوتو کہا گیا ہے کہ وہ مرد کی طرح زور سے پڑھے،اور کہا گیا کہ زور سے پڑھنا اس کے لیے حرام ہے،امام احمد نے کہا کہ وہ اپنی آواز بلند نہ کرے،قاضی نے فرمایا کہ امام احمد نے یہ بات مطلقاً بیان کی ہے)

اوراسی ''المبدع'' میں عورت کی نماز کا طریقہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"والمرأة كالرجل في ذلك كله إلا أنها تجمع نفسها في الركوع والسجود ،وتجلس متربعةً،وتسدل رجليها ، فتجعلهما في جانب يمينها "۔(۳)

(اورعورت اُن تمام باتوں میں مرد ہی کی طرح ہے،سوائے اس کے کہ وہ رکوع

---

(۱) أحكام النساء:۲۶(۲) المبدع:۴۴۴/۱،(۳)المبدع:۴۷۳/۱

اور سجدہ میں اپنے آپ کو سمیٹے گی، اور بیٹھنے میں یا چوزانوں بیٹھے گی، یا اپنے پیروں کو داہنی جانب نکال دے گی)

ہم نے یہاں شافعی، مالکی و حنبلی تینوں مسالک کی معتبر و مستند کتابوں کے حوالہ سے بتایا ہے کہ ان تمام مسالک میں بھی مرد وعورت کی نماز میں فرق کو تسلیم کیا گیا ہے، اور احناف کا مسلک تو واضح ہے، اور اس رسالہ میں بھی اسی پر بحث ہے، لہٰذا ائمہ اربعہ کے مسالک میں یہ بات متفقہ طور پر تسلیم کی گئی ہے کہ مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے، البتہ وہ کیا کیا فرق ہیں ؟ اور عورت کی نماز کی مکمل صورت کیا ہے؟ اس بارے میں اختلاف ہوسکتا ہے، چنانچہ بعض جزئیات میں اس بارے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے، مگر یہ بحث اس وقت ہمارے موضوع سے خارج ہے، کیونکہ یہاں صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ مرد وعورت کی نماز میں فرق ایک متفقہ بات ہے، اور تمام فقہاء نے اس کا لحاظ کیا ہے، اور یہ بات الحمد للہ خود ان مسالک کی معتبر کتب سے بخوبی ثابت ہوگئی، لہٰذا ہم آگے صرف حنفی فقہ کی رو سے عورت کی نماز کا طریقہ واحکام پیش کریں گے۔

عورت کی نماز کا طریقہ

اب ہم فقہاء کرام کے کلام سے فقہ حنفیہ کے مطابق عورت کی نماز کا طریقہ بیان کریں گے، مگر چوں کہ مکمل طریقہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ صرف ان موقعوں کو بتانا ہے، جن میں مرد وعورت کی نماز میں فرق ملحوظ رکھا گیا ہے۔لہٰذا ان موقعوں کو بیان کرنے پر اکتفاء کریں گے، اور ساتھ ہی مرد کے لئے ان موقعوں کا کیا حکم ہے، اس کو بھی پیش کریں گے۔

تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانے کا طریقہ

نماز تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتی ہے، اس میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے، مرد کے لئے تو کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے، اور عورت کے لئے مسئلہ یہ ہے کہ: ''وہ کندھوں تک اپنے ہاتھ اٹھائے''۔ (۱)

اس کی تائید حضرت امّ درداء رضی اللہ عنہا صحابیہ خاتون کے عمل سے ہوتی ہے کہ وہ ہاتھ کندھوں تک اٹھاتی تھیں، جیسا کہ اس کا حوالہ گزر چکا ہے، نیز ایک مرفوع حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جس کو طبرانی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مرد اپنے کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور عورت اپنی چھاتیوں تک اٹھائے۔ (۲)

علامہ ھیثمی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ایک راویہ ام یحیی بنت عبدالجبار

---

(۱) البحر الرائق: ۱/۳۲۲، ھدایۃ: ۱/۸۴، بدائع الصنائع: ۱/۱۱۹۔ الجوھرۃ النیرۃ: ۱/۷۰، شامی: ۱/۵۰۴

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۹/۲۲۔

ہے جس کو میں نہیں جانتا، اور باقی راوی سب ثقہ ہیں۔ (۱)

لہٰذا یہ روایت ایک روای کے مجہول ہونے کی وجہ سے کمزور ہوگی، تاہم تائید وتقویت کے لئے لی جاسکتی ہے، اور مونڈھوں اور چھاتیوں میں کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہے، اس لئے دو روایتوں میں اختلاف کا شبہ نہ کیا جائے، اس کے بعد یہ بھی سن لیجئے کہ عورت کے لئے علماء نے یہ حکم کیوں دیا ہے کہ وہ مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائے؟ اس کی وجہ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ اس میں عورت کے لئے زیادہ پردہ ہے۔ (۲)

ہاتھ باندھنے کا طریقہ

تکبیر تحریمہ کے بعد قیام میں ہاتھ باندھنا سنت ہے، مردوں کے لئے اس کا مسنون طریقہ فقہاء حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے، اور چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے کلائی پر حلقہ بنالے، اور عورت کے لئے طریقہ یہ ہے کہ

''وہ اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر سینے کے اوپر رکھے اور حلقہ نہ بنائے بلکہ صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھ لے''۔ (۳)

اور اس کی وجہ بھی وہی ہے جو اوپر عرض کر چکا ہوں کہ اس میں عورت کے لئے زیادہ پردہ ہے، چنانچہ علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں:

''لأنه أستر لها، فيكون في حقّها أولىٰ'' (۴)

(کیوں کہ یہ عورت کے لئے زیادہ پردہ کا سبب ہے، لہٰذا اس کے حق میں یہ بہتر ہوگا)

---

(۱) مجمع الزوائد: ۲/۱۰۳ (۲) هدايه ۱: /۸۴

(۳) البحرالرائق: ۱/۳۳۹، الجوهرة النيرة: ۱/۵۷، درمختار مع الشامي: ۱/۴۸۷، الفقه على المذاهب الاربعة: ۱/۲۴۲

(۴) البحرالرائق: ۱/۳۰۳

اسی طرح علامہ عبدالحی لکھنویؒ حاشیہ شرح وقایہ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے احباب نے عورت کے لئے اس کو اختیار کیا ہے، کیوں کہ ہاتھ کا سینہ پر رکھنا عورت کے حق میں زیادہ پردہ کا سبب ہے۔(۱)

رکوع کا طریقہ

رکوع کا طریقہ مرد کے لئے یہ ہے کہ وہ :

(۱) پورے طور پر جھک جائے کہ گردن پیٹھ اور سرین ایک سیدھ میں ہوجائیں۔

(۲) دونوں ہاتھوں سے اپنے گھٹنے پکڑ لے اور انگلیاں کھلی رکھے۔

(۳) بازؤں کو اپنے پہلو سے جدا رکھے۔

(۴) گھٹنے موڑ کر نہ رکھے، بلکہ پنڈلیوں کی طرح سیدھا رکھے۔

اس کے برخلاف عورت اس طرح رکوع کرے کہ:

''وہ پورے طور پر نہ جھکے، بلکہ ذرا سا جھکے، گھٹنوں کو نہ پکڑے، بلکہ صرف ان پر ہاتھ رکھے، اور انگلیاں ملا کر رکھے، بازو بھی پہلو سے ملا دے، اور گھٹنوں کو موڑ کر رکھے''۔(۲)

اور ان سب امور کی وجہ بھی پردہ ہی کا اہتمام ہے۔ چنانچہ علامہ شامیؒ اس موقعہ پر بحوالہ معراج الدرایہ مجتبیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کے لیے اس میں زیادہ پردہ ہے، اسی طرح علامہ عبدالرحمان الجزیریؒ بھی ''الفقہ علی المذاہب'' میں ان امور میں سے بعض کو ذکر کر کے ان کی وجہ یہی پردہ کی

---

(۱) عمدۃ الرعایۃ:۱/۱۴۴ (۲) شامی:۱/۴۹۴ و ۱/۵۰۴

بات بتاتے ہیں۔

سجدہ کا طریقہ

مرد سجدہ اس طرح کرے کہ:

۱- تمام اعضاء جدا جدا ہوں، ہاتھ بغلوں سے اور رانیں پیٹ سے الگ ہوں۔

۲- سرین کا حصہ اوپر کی طرف ہو۔

۳- ہاتھ زمین پر نہ بچھائے بلکہ اٹھائے رکھے۔

۴- پیروں کے پنجے کھڑا کر کے ان کی انگلیاں قبلہ کی طرف کر دے۔

اور عورت ان تمام امور میں مرد سے مختلف ہے۔ چنانچہ اس کو چاہئے کہ وہ سجدہ اس طرح کرے کہ:

۱- اس کے تمام اعضاء ملے ہوئے ہوں، ہاتھ بغلوں سے، رانیں پیٹ سے ملی ہوئی ہوں۔ (۱)

اس کی وجہ علامہ حصکفی نے درمختار میں یہ لکھی ہے کہ اس میں عورت کے لئے زیادہ پردہ ہے۔ (۲)

اور کتب شوافع میں سے مغنی المحتاج میں بھی یہی لکھا ہے، جیسا کہ اس کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے۔

۲- سرین کے حصے کو اوپر کی طرف نہ اٹھائے، بلکہ اپنے جسم کو حتی الامکان زمین سے ملا کر پست رکھے''، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے، جو پہلے نمبر پر بحوالہ مراسیل ہم نے درج کی ہے۔

---

(۱) درمختار مع شامی: ۱/۵۰۴، الفقہ علی المذاھب: ۱/۴۱۴، کنز الدقائق: ۲۵، البحر الرائق: ۱/۳۳۹،

(۲) درمختار مع شامی: ۱/۴۰۵، نیز البحر الرائق: ۳۳۹، بدائع الصنائع: ۱/۲۱۰، بدائع: ۱/۲۱۰

۳-اپنے ہاتھوں کو زمین پر بچھا کر رکھے،مرد کی طرح اٹھا کر نہ رکھے(۱)۔

راقم کہتا ہے کہ بعض حدیثوں میں جو آیا ہے :" وكان ينهٰی أن يفترش الرجل"۔(۲)

(رسول اللہ ﷺ اس بات سے منع فرماتے تھے کہ مرد اپنے ہاتھ بچھا دے)

اس سے شاید اسی طرف اشارہ ہے کہ یہ ہاتھ نہ بچھانے کا حکم مرد کے لئے ہے،عورت کے لئے نہیں۔

۴-اپنے دونوں پیر ایک طرف (داہنی طرف کو) نکال دے،اور اپنے پیروں کو کھڑا نہ کرے۔(۳)

بیٹھنے کا طریقہ

نماز میں بیٹھنے کا طریقہ مرد کے لئے یہ ہے کہ:

"وہ اپنا بایاں پیر بچھا کر اس پر بیٹھ جائے ،اور دایاں پیر انگلیوں کے بل کھڑا کر کے انگلیاں قبلہ کی طرف کر دے، اور ہاتھ کی نگلیاں گھٹنوں کے قریب ذرا کھول کر رکھے"۔

اور عورت کے لئے طریقہ یہ ہے کہ:

"وہ اپنی سرین کے بل زمین پر بیٹھے اور اپنے دونوں پاؤں کو داہنی طرف نکالدے اور ہاتھ کی انگلیاں ملا کر رکھے"۔(۴)

صاحب ہدایہ وصاحب بدائع عورت کو اس طرح بیٹھنے کا حکم دینے کی وجہ وہی بیان کرتے ہیں کہ اس میں عورت کے لئے زیادہ پردہ ہے۔(۵)

(۱) شامی:۱/۵۰۴، بدائع الصنائع:۱/۲۱۰ (۲) مسلم:۱/۱۹۵ (۳) بحر الرائق:۱/۲۳۱، شامی:۱/۵۰۴،بہشتی زیور:۲/۱۶ (۴) الشامی:۱/۵۰۴_۵۰۴_البحر:۱/۳۲۱، الجوهرة:۱/۵۷،الآثار للامام محمد:۴۴،الهدايہ:۱/۹۳،الاشباہ مع الحموي:۳/۳۸۵

(۵) الهدايہ:۱/۹۳، بدائع الصنائع:۱/۲۱۱

عورت کی نماز کے دیگر احکام

یہاں تک طریقۂ نماز کے متعلق بحث تھی، اب عورت کی نماز سے متعلق دیگر احکامات پیش کئے جاتے ہیں۔

ستر عورت

عورت کا پورا بدن ستر ہے، سوائے تین چیزوں کے: چہرہ، ہتھیلیاں اور قدم، یعنی نماز میں اور نماز کے باہر بھی اس کا ڈھانکنا وچھپانا فرض ہے۔(۱)

مذکورہ تین اعضاء کے سوا کوئی حصہ بھی کھلا نہیں ہونا چاہئے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

(عن عائشة أن أسماء بنت أبي بكر ﷺ دخلتْ على رسول الله ﷺ وعليها ثياب رقاق، فأعرض عنها رسول الله ﷺ وقال: يا أسماء إن المرأة إذا بلغت المحيض لم يصلح لها أن يرى منها إلاّ هذا وهذا وأشار إلى وجهه و كفيه. (۲)

---

(۱) الاشباہ مع الحموی: ۳۸۲/۳، ہدایہ: ۶۱/۷ (۲) ابوداؤد: ۵۶۷/۲۔ اس روایت کو دووجہ سے ضعیف قرار دیا گیا ہے، ایک تو اس لیے کہ امام ابوداؤد نے اس کو منقطع قرار دیا ہے، کیوں کہ خالد بن دریک راوی جو اس حدیث کو حضرت عائشہ سے راویت کرتے ہیں انہوں نے حضرت کو نہیں پایا، مگر یاد رہے کہ احناف کے یہاں قرون صحابہ، تابعین وتبع تابعین کا انقطاع جرح نہیں ہے۔ (اصول بزودی: ۱۷۱)

دوسرے اس لیے کہ اس کے ایک راوی سعید بن بشیر پر بعض ائمہ نے کلام کیا ہے، مگر معلوم ہونا چاہئے کہ ان کی بہت سے ائمہ نے توثیق بھی کی ہے، سعید القطان نے کہا کہ سچے ہیں، صدوق الحدیث ہیں، ان عینیہ نے کہا کہ حافظ ہیں، عبدالرحمان بن ابراہیم نے کہا کہ ائمہ نے ان کی توثیق کی ہے، ابوحاتم اور ابوزرعہ نے کہا کہ ان کا مقام صدق ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۹/۴-۱۰)

(حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں باریک کپڑے پہن کر آئیں تو آپ نے فرمایا کہ عورت جب بالغ ہوجائے تو اس کے لئے یہ اچھا نہیں کہ اس کا کوئی حصہ نظر آئے، مگر یہ اور یہ، آپ نے اس سے اشارہ کیا چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف)

معلوم ہوا کہ عورت کا پورا بدن ستر میں داخل ہے، سوائے چہرہ اور ہتھیلیوں کے اور بعض علماء نے ضرورت اور حرج کا خیال کرتے ہوئے قدموں کو بھی مستثنیٰ قرار دیا ہے۔(۱)

ہاتھ کو آستین سے نہ نکالے

تکبیر تحریمہ کے وقت مرد کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنی ہتھیلیاں آستین سے باہر نکال لے، مگر عورت اپنی ہتھیلیاں آستین کے باہر نہ نکالے، بلکہ اندر ہی رہنے دے۔(۲)

قرأت آہستہ کرے

نمازیں دو طرح کی ہیں: ایک وہ جن میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے، جیسے فجر، مغرب اور عشاء، اور بعض وہ ہیں جن میں آہستہ قرأت ہوتی ہے، جیسے ظہر اور عصر، مرد کے لئے جبکہ وہ امام ہو جہری نمازوں میں بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے، اور امام نہ ہو، بلکہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے تو بلند آواز سے پڑھے یا آہستہ پڑھے، لیکن عورت کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ تمام نمازوں میں قرأت آہستہ کرے، زور سے نہ پڑھے۔(۳)

---

(۱) الھدایۃ: ۶/۱ ۷، (۲) الشامی: ۵۰۴/۱ (۳) البحر الرائق: ۳۲۱/۱،
الشامی: ۵۰۴/۱، الاشباہ: ۳۸۴/۳

امام ابوالحسن مالکی فقہ مالکی کی معتبر کتاب ''رسالہ ابن ابی زید'' کی شرح میں یہ مسئلہ لکھنے کے بعد کہ ''عورت صرف اتنی آواز سے پڑھے کہ دوسرا نہ سن سکے، بلکہ صرف اپنی ذات کو سنائے''، اس کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ '' عورت کی آواز بھی عورت، یعنی ستر ہے اور بسا اوقات اس کی آواز سے فتنہ ہو جاتا ہے، اسی لئے باتفاق علماء وہ اذان نہیں دے سکتی''۔(۱)

فجر کی نماز جلدی پڑھ لے

احناف کے نزدیک فجر کی نماز میں مردوں کے لئے اسفار کرنا مستحب ہے، اسفار کے معنے ہیں روشنی پھیل جانا، مراد یہ ہے کہ جب آسمان پر سفیدی پھیل جائے تو فجر کے لئے کھڑا ہونا مستحب ہے، مگر عورت سفیدی ظاہر ہونے سے پہلے اندھیری میں ہی فجر پڑھ لے، جس کو غلس کہتے ہیں، اس کے لیے یہی مستحب ہے۔(۲)

بضرورت تالی بجا سکتی ہے

نماز میں اگر کوئی بات پیش آجائے، مثلاً نماز کے دوران کوئی شخص دروازے پر دستک دے یا اپنے امام کو سہو ہو جائے تو مرد سبحان اللہ کہکر، دستک دینے والے کو اپنے نماز میں ہونے کی اطلاع دے، اور امام کو سہو پر تنبیہ کرے، اور عورت ایسے موقعہ پر تالی بجائے، جیسا کہ احادیث کے تحت اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

اور تالی بجانے کا طریقہ بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر مارے، ہتھیلی کو ہتھیلی کے اندرونی حصہ پر نہ مارے۔(۳)

اور بعض فقہاء نے یہ طریقہ بیان کیا ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے بائیں

---

(۱) شرح الرسالة علی هامش كفاية الطالب الرباني: ۱/۲۱۷ (۲) الشامي: ۱/۵۰۴، البحر الرائق: ۱/۲۶۰ (۳) شرح مسلم للنووي: ۱/۱۷۹

ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر مارے۔(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ عام طور پر کھیل تماشے میں ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی کے اندرونی حصہ پر مار کر جو تالی بجاتے ہیں، یہ طریقہ نماز میں نامناسب ہے بلکہ علامہ نووی شافعیؒ نے لکھا ہے کہ اس طریقہ سے تالی بجانے پر نماز فاسد ہو جائے گی۔(۲) احناف کے نزدیک فاسد تو نہ ہوگی، مگر اچھی بات نہیں ہے۔

عورتیں جماعت نہ کریں

عورتیں جماعت نہ بنائیں، بلکہ تنہا تنہا نماز پڑھیں، اسی میں ان کے لئے بھلائی اور خیر ہے اور جماعت بنانے میں حدیث کی رو سے ان کے لئے خیر و بھلائی نہیں ہے، یہ حدیث اور اس کا حوالہ اور اس پر کلام اوپر گذر چکا ہے، لہٰذا ان کے لئے جماعت بنانا مکروہ ہوگا، جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے۔(۳)

اور جو بعض صحابیہؓ عورتوں سے جماعت بنانا مروی ہے، یہ کبھی کبھی اور کسی مصلحت سے ہوا ہے، جیسا کہ ہم نے اوپر ان روایات کے تحت عرض کیا ہے۔

عورتیں مسجد میں حاضر نہ ہوں

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا افضل اور بہتر قرار دیا ہے، اور یہ اُس دور کی بات ہے جبکہ عورتوں میں شرم وحیاء، پردے اور حجاب کا کامل اہتمام تھا، پھر اس کے بعد شرم وحیاء اور پردہ کا اتنا اہتمام نہ رہا، تو صحابہ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکا اور منع فرمایا۔

---

(۱) بحر الرائق: ۲/۱۸، شامی ۱/۶۳۸ (۲) شرح مسلم للنووی: ۱/۱۷۹

(۳) الاشباہ: ۳/۳۸۴، البحر الرائق: ۱/۳۸۲، الدر المختار: ۱/۵۶۵

چنانچہ حضرت عائشہؓ صدیقہ فرماتی ہیں:

﴿ **لوأن رسول اللّٰه ﷺ رأئ ما أَحدَثَ النساءُ لَمَنَعَهُنَّ المسجد کما مُنِعَتْ نِسَاءُ بني إسرائیل. الخ** ﴾ (۱)

(اگر رسول اللہ ﷺ ان باتوں کو دیکھتے جو عورتوں نے (بے پردگی وغیرہ کی) پیدا کرلی ہیں تو مسجد میں آنے سے ان کو ضرور منع فرمادیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کردیا گیا تھا)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ جمعہ میں عورتوں کو مسجد سے نکلتے ہوئے دیکھا، تو فرمایا کہ تم اپنے گھروں کی طرف جاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے ہی میں بعض باتیں ایسی پیدا ہوگئی تھیں، جن کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عورتوں کو مسجد میں حاضر ہونے سے منع کیا، اب غور کیجئے کہ اس زمانے میں جب کہ بے پردگی اور بے حیائی عام سے عام تر ہوتی جارہی ہے، اور ہر طرف فتنہ ہی فتنہ نظر آتا ہے، عورتوں کے لئے کیسے اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ مسجد میں حاضر ہوں، لہٰذا ان کو مسجد میں نہ آنا چاہئے۔

اسی کو فقہاء حنفیہ نے اختیار کیا ہے۔ (۳)۔

البتہ فقہاء نے بوڑھی عورت کو اجازت دی ہے، مگر احناف میں سے متاخرین نے بوڑھی عورتوں کو بھی منع کیا ہے اور اسی پر فتوی دیا ہے، البتہ بہت ہی بوڑھی عورت جس کی طرف میلان نہ ہوتا ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ (۴)

یہاں یہ بھی عرض کردینا ضروری ہے کہ بعض کتب فقہ میں بوڑھی عورتوں

---

(۱) مسلم: ۱/۱۸۳، أبوداؤد: ۱/۸۴ (۲) مجمع الزوائد: ۱/۱۵۶

(۳) الهداية: ۱/۱۰۵، درمختار مع شامي: ۱/۵۶۶ (۴) درمختار: ۱/۵۶۶

کوصرف مغرب،عشاءاور فجر میں مسجد میں حاضر ہونے کی اجازت امام اعظم سے نقل کی گئی ہے۔(۱)

اوراس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ظہر اور عصر میں فساق وفجار لوگ گھومتے پھرتے رہتے ہیں اور شہوت کی شدت سے ممکن ہے کہ یہ فساق بوڑھی عورتوں سے بھی ملوث ہو جائیں ، لہٰذا ظہر اور عصر میں بوڑھی عورت کو بھی نکلنے کی اجازت نہیں اور مغرب میں یہ لوگ کھانے میں مشغول ہوتے ہیں اور فجر وعشاء میں سونے میں مشغول رہتے ہیں ، لہٰذا ان اوقات میں بوڑھی عورت کو مسجد جانے کی اجازت ہے۔(۲)

اس تقریر سے ایک بات یہ معلوم ہوگئی کہ امام اعظم نے بوڑھی عورتوں کو بھی محل فتنہ تسلیم کیا ہے، اسی لئے دن میں نکلنے کی اجازت نہیں دی ہے، اور رات میں نکلنے کی اجازت بھی اس وجہ سے دی ہے کہ اس زمانے میں فساق وفجار رات کے وقت گھومتے پھرتے نہیں تھے۔

لیکن اِس زمانے میں دن سے زیادہ رات کو فساق وفجار اپنی ہوس کے شکار کے لئے گھومتے رہتے ہیں ، تو پھر خود امام اعظم کے مذہب کی رو سے رات میں بھی بوڑھی عورتوں کو نکلنے سے منع کرنا چاہئے ، یہی فقہ وتفقہ کا تقاضہ ہے۔

علامہ شامی نے نہر الفائق سے نقل کیا ہے کہ رات میں بوڑھی عورتوں کو نکلنے سے منع کرنا بھی امام اعظم ہی کے قول سے ماخوذ ہے، کیوں کہ امام صاحب نے ان کو نکلنے کی اجازت اس لئے دی تھی کہ فساق رات میں گھومتے نہیں ہیں ، لیکن جب اِن دنوں میں ان کے فسق کے غلبہ کی وجہ سے وہ رات میں بھی گھومتے پھرتے ہیں،

---

(۱) ھدایہ:۱/۱۰۵ (۲) ھدایہ:۱/۱۰۵

بلکہ عورتوں کی تلاش میں رہتے ہیں، تورات میں دن سے زیادہ منع کرنا چاہئے۔ (۱)

الغرض موجودہ زمانے میں عورتوں کو مسجد میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ (واللہ اعلم)

بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے اور اس بناء پر یہ خیال کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں عورتوں کو مساجد میں آنے کی دعوت دی جاتی تھی اور یہ کہ عورتوں کو بھی جماعت میں حاضری کا ایسا ہی حکم ہے جیسا مردوں کو ہے، اس لیے اس پر اصرار اور اس کے لیے اشتہار کا بھی ان لوگوں کی طرف سے ایک سلسلہ چلتا ہے، حالانکہ کسی بھی حدیث سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ عورتوں کو مساجد میں آنے کا حکم یا اس کی فضیلت ہے، بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُس زمانے میں (جو کہ خیر وشرم وحیاء کا دور تھا) عورتوں کو مساجد میں آنے کی صرف اجازت دی تھی، اور اسی اجازت کے ساتھ ساتھ آپ نے یہ بھی صاف طور پر بتا دیا کہ عورت کے لیے فضیلت اس میں ہے کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھے۔

چنانچہ حضرت اُم حمید الساعدیہ نے ایک موقعہ پر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم عورتیں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہیں مگر ہمارے شوہر ہمیں منع کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

" صلاتُكنَّ في بُيوتِكُنَّ خيرٌ من صلاتِكُنّ في دُوَرِكُنَّ ،وصلاتكُنّ في دُوَرِكُنّ أفضلُ من صلاتكنّ في مسجد الجَمَاعة " (۲)

(تم عورتوں کی نماز تمہارے گھروں کے اندر، اس نماز سے افضل ہے جو

(۱) منحۃ الخالق علی بحر الرائق: ۱/۳۵۹، رد المحتار: ۱/۵۶۶ (۲) سنن البيهقي: ۳/۱۳۲، ابن أبي شيبة: ۲/۱۵۷، معجم کبیر طبراني: ۲۵/۱۴۸، الآحاد والمثاني: ۶/۱۵۰

گھروں کے دالان میں ہو،اور گھروں کے دالان میں تمہاری نماز افضل ہے،اس نماز سے جو مسجدِ جماعت میں ہو)

الغرض آپ ﷺ نے خود یہ واضح کر دیا کہ عورت کے لیے مسجد کے بجائے اس کا گھر ہی افضل ہے،اور جو اجازت تھی ،وہ اُس دور کے لحاظ سے تھی ،جب حالات بدل گئے تو صحابہ کرام- جو اللہ کے نبی ﷺ کے سب سے زیادہ مزاج شناس تھے- نے عورتوں کو مسجد میں حاضری سے منع بھی کر دیا،اور ہمارے لیے صحابہ بھی لائق اتباع ہیں۔

پھر اس حدیث سے ایک خاص بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کرام خود اس دور میں بھی اپنی عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع کیا کرتے تھے،اسی لیے حضرت اُم حمید نے آپ کے سامنے اس کا ذکر کیا،مگر اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، بلکہ منع کرنے والوں کی تائید میں یہ بتایا کہ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا ہی افضل ہے۔

اس سے واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ عورتوں کا مساجد میں آنا،رسول اللہ ﷺ کا منشأ نہیں تھا، بلکہ آپ کا منشأ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں مساجد میں نہ آئیں۔

عورت امامت نہ کرے

عورت امامت بھی نہ کرے، نہ مردوں کی نہ عورتوں کی، مردوں کی امامت تو درست ہی نہیں، اوراس کی امامت میں نماز پڑھنے والے مردوں کی نماز ہی نہیں ہوتی ،اوراس پر تمام ائمہ وعلماء کا اجماع ہے۔

علامہ ابن حزم الظاہری نے ''مراتب الاجماع'' میں لکھا ہے کہ:

" واتفقوا أن المرأة لا تؤم الرجال ،وهم يعلمون أنها امرأة ،فإن

فعلوا فصلاتهم فاسدة بإجماع ". (۱)

(علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ عورت مردوں کی امامت نہیں کرسکتی، جبکہ یہ لوگ جانتے ہوں کہ وہ عورت ہے، اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کی نماز باجماع واتفاق فاسد ہے)

اور "الموسوعة الفقهية" میں ہے کہ:

" يشترط لإمامة الرجال أن يكون الإمام ذكراً ،فلا تصح إمامة المرأة للرجال،وهذا متفق عليه بين الفقهاء . (۲)

(مردوں کی امامت کے لیے امام کا مرد ہونا شرط ہے، لہٰذا عورت کا مردوں کی امامت کرنا صحیح نہیں، اور یہ حکم تمام فقہاء کے مابین اتفاقی ہے)

اور عورت عورتوں کی بھی امامت نہیں کرسکتی، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "عورت امامت نہ کرے"۔ (اس حدیث کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے) اور اس کی تائید ایک مرفوع حدیث سے بھی ہوتی ہے جو اگرچہ کہ بہت ضعیف ہے، تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث موقوف کی تائید کے لیے لی جاسکتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک لمبی روایت میں ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

" لا تَؤُمَّنَّ امرأةٌ رجلاً " (کوئی عورت کسی مرد کی امامت نہ کرے)۔ (۳)

---

(۱) مراتب الاجماع لابن حزم الظاہري: ۲۷ (۲) الموسوعة الفقهية: ۲۰۴/۶ (۳) سنن ابن ماجہ: ۱/۵/۷، راقم کہتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ اس کے راوی ولید بن بکیر ابو جناب کی ائمۂ حدیث نے تضعیف کی ہے، تاہم بعض نے ان کی توثیق بھی کی ہے، اور ابن حبان نے ثقات میں ان اس کا ذکر کیا ہے۔ (دیکھو: تهذیب الکمال: ۵/۳۱، الکاشف: ۳۵۰/۲، تہذیب التہذیب: ۱۱/۱۱۵، الثقات: ۲۲۳/۹)، اور اس کا دوسرا راوی عبداللہ بن محمد العدوی انتہائی ضعیف ہے، امام بخاری نے اس کو منکر الحدیث اور ابو حاتم نے شیخ مجہول کہا ہے، اور امام وکیع نے کہا کہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ (التاریخ الکبیر: ۱۹۰/۵، تہذیب التہذیب: ۱۹/۶، المجروحین: ۹/۲) اور تیسرے علی بن زید بن جدعان ہیں جن کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے ان کی توثیق کی ہے اور بعض نے تضعیف کی ہے۔ (تہذیب الکمال:: ۳۳۶/۲۰-۳۴۰)

ہاں اگر عورت عورتوں کی امامت کرے تو نماز ہوجائے گی، مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

امام عورت آگے نہ کھڑی ہو

اگر عورت عورتوں کی امامت کرے تو مردوں کی طرح صف سے آگے بڑھ کر کھڑی نہ ہو، بلکہ صف ہی میں درمیان میں کھڑی ہونا چاہئے۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ اورام سلمہؓ نے کیا تھا، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ یہ آثار اور ان کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے۔

عورت پر اذان واقامت نہیں ہے

عورت پر اذان اور اقامت نہیں ہے، وہ بغیر اذان اور اقامت کے نماز پڑھے، اس کے لئے اذان حنفیہ و مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ (۱)

اور اقامت بھی حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ (۲)

اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ابن عباسؓ کی موقوف روایات ہیں، جو اوپر گزرچکی ہیں، نیز حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم بغیر اقامت نماز پڑھتے تھے۔ (۳)

اور جو بعض روایات میں ہے کہ حضرت عائشہؓ اذان واقامت کہتی تھیں، یہ کبھی کبھی کسی مصلحت سے کرنے پر محمول ہے۔ (۴) (واللہ اعلم)

عورت پر جمعہ کی نماز نہیں

عورت پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے، وہ جمعہ کے دن اپنے گھر میں ظہر کی نماز ادا کرے گی، ابوداؤد نے حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

---

(۱) الفقہ علی المذاہب الأربعۃ: ۳۲۰/۱ (۲) الفقہ علی المذاہب الأربعۃ: ۳۲۰/۱ (۳) رواہ البیہقي کمافي إعلاء السنن عن التلخیص الحبیر: ۱۲۵/۲ (۴) الحاکم کذافی الاعلاء: ۱۲۴/۲

﴿ عن طارق بن شهاب رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : الجمعة حق واجب على كل مسلم فى جماعة إلا أربعة، عبد مملوک ، أوامرأة ، أو صبي، أومريض ﴾ (۱)

(ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کے ساتھ جمعہ ہر مسلمان پر فرض ہے، سوائے چار قسم کے لوگوں کے، ایک غلام، دوسرے عورت، تیسرے بچہ، چوتھے مریض)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے تلخیص الحبیر میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی متعدد حضرات نے تصحیح کی ہے۔ (۲)

نیز حضرات صحابیات بھی سب کی سب جمعہ میں نہیں آتی تھیں، بلکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ بہت کم صحابیات جمعہ میں حاضر ہوا کرتی تھیں۔ (۳)

اس حدیث اور حضرات صحابیات کے طرزِ عمل سے معلوم ہوا کہ عورت پر جمعہ نہیں ہے، یہی فقہاء احناف کا قول ہے۔ (۴)

اور یہی مسلک ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی، وامام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا بھی ہے، جیسا کہ ''الفقہ علی مذاھب الاربعۃ'' سے ظاہر ہے۔ (۵)

عورت پر عید کی نماز نہیں

عورت پر جمعہ کی طرح عید کی نماز بھی نہیں ہے (۶) ، کیوں کہ عید کی نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہے، اور عورت کو جماعت میں حاضر ہونے سے منع

---

(۱) أبوداؤد: ۱/۱۵۳ (۲) تلخیص الحبیر: ۲/۶۵ (۳) فتاوی ابن تیمیۃ: ۶/۴۵۸

(۴) شامی: ۱/۵۰۴، الاشباہ والنظائر: ۳/۳۸۲ (۵) الفقہ علی مذاھب الأربعۃ: ۱/۳۷۸-۳۸۱

(۶) شامی: ۱/۵۰۴، الاشباہ والنظائر: ۳/۳۸۲

کردیا گیا ہے، جیسا کہ اوپر آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے، لہٰذا ان پر عید کی نماز فرض نہیں ہے، اور نہ ان کو عیدگاہ میں جانا چاہئے، کیوں کہ عیدگاہ جانے میں فتنہ کا اندیشہ ہے، جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔

ہاں اس مسئلہ میں سلف سے اختلاف چلا آرہا ہے، سلف صالحین میں سے بعض حضرات سے منع منقول ہے، ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منع نقل کیا گیا ہے۔ (۱)

اور حضرت نافعؒ جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں، اُن کے بارے میں نقل کیا گیا ہے، وہ اپنی عورتوں کو عید میں (عیدگاہ) نہیں لے جاتے تھے۔ (۲)

امام محمدؒ، حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ عیدین میں عورتوں کو نکلنے کی اجازت پہلے دیجاتی تھی، لیکن اب یہ درست نہیں کہ وہ نکلیں۔ سوائے اس کے جو بہت ہی بوڑھی ہو، اس کے نکلنے میں کوئی حرج نہیں۔ (۳)

اور بعض حدیثوں میں جو یہ آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو بھی عیدگاہ جانے کا حکم دیا جیسا کہ بخاری ومسلم وغیرہ نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں (عورتوں کو) حکم دیتے تھے کہ ہم عیدگاہ جائیں، اور جو حیض والی ہو وہ نماز سے دور رہے، اور دعاء میں شامل ہو جائے (۴)۔ اس سے اولاً تو وجوب ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس میں ان عورتوں کو بھی نکلنے کا حکم دیا گیا ہے جو سرے سے مکلّف ہی نہیں ہیں، جیسے حائضہ عورت۔ (قالہٗ ابن حجر)۔ (۵)

دوسرے یہ شروع اسلام میں حکم تھا، جب کہ مسلمان تھوڑے تھے، بعد میں اللہ

---

(۱) فتح الباری: ۲/۴۷۰ (۲) عبدالرزاق: ۳/۳۰۳

(۳) الحجۃ علی اہل المدینہ: ۳۰۶۔

(۴) بخاری: ۱/۱۳۳، مسلم: ۱/۲۹۰ (۵) فتح الباری: ۲/۴۷۰

کے نبی علیہ السلام نے عورتوں کو نکلنے سے منع کر دیا، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، تو یہ حکم منسوخ ہوگیا۔(۱)

ویسے علماء کے اس سلسلہ میں متعدد اقوال ہیں، علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں پانچ اقوال ذکر کئے ہیں:

۱-عورتوں کا عید کے لیے نکلنا مستحب ہے، اور ان علماء نے حدیث میں وارد امر کو ندب واستحباب پر محمول کیا ہے۔

۲-بوڑھی عورت کو مستحب ہے جوان کے لیے نہیں، امام شافعی کے قول پر جمہور شافعیہ اسی پر ہیں۔

۳-صرف جائز ہے، مستحب نہیں، امام احمد کا یہی قول ہے

۴-مکروہ ہے، امام ترمذی نے سفیان ثوری، ابن المبارک سے یہی نقل کیا ہے، اور امام مالک وابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔

۵-حق وواجب ہے، حضرت ابو بکر وعلی وابن عمر رضی اللہ عنھم سے یہی نقل کیا گیا ہے۔(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ علماء حنفیہ کا یہ کہنا کہ عید کے لئے عورتوں کا نکلنا مکروہ ہے، سلف صالحین میں سے متعدد حضرات ائمہ کا مختار قول ہے۔ علماء حنفیہ اس میں متفرد نہیں ہیں، جیسا کہ بعض لوگ عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس تفصیل سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی کہ علماء حنفیہ کا نقطۂ نظر احادیث کے خلاف نہیں ہے۔

عورت صف میں تنہا کھڑی ہوسکتی ہے

عورت اگر کبھی جماعت میں حاضر ہو اور صف بھری ہوئی ہو اور ساتھ میں کوئی

(۱) طحاوی: ۱/۱۹۲ (۲) نیل الأوطار: ۲/۳۵۴

اورعورت صف بنانے کے لئے نہ ہو،تو وہ صف کے پیچھے تنہا کھڑی ہوسکتی ہے،اوراس کا تنہا کھڑا ہونا بھی صف ہی کے حکم میں ہوگا۔

حدیث میں ہے:" **المرأة وحدها صفّ**"۔(۱)

حالانکہ مرد کے لئے اس کی ممانعت ہے کہ تنہا صف میں کھڑا ہو، بلکہ بعض حدیثوں میں فرمایا کہ اس شخص کی نماز ہی نہیں ہوتی جوصف کے پیچھے کھڑا ہو۔(۲)

چند شبہات اوراس کے جوابات

اخیر میں چند شبہات کا جواب دیدینا بھی ضروری ہے، جوبعض لوگوں کو اس سلسلے میں خلجان میں مبتلا کردیتے ہیں:۔

پہلا شبہ اوراس کا جواب

ایک شبہ یہ دامن گیر ہوتا ہے (جیسا کہ بعض حضرات نے مجھ سے اس شبہ کا اظہارکیاہے) کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:﴿ **صلوّا کما رأیتموني أُصلي**﴾(تم اس طرح نماز پڑھو جیسے مجھکو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو)(۳)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے جس طرح نماز پڑھی ہے،اسی طریقہ پر مرد وعورت دونوں کو نماز پڑھنا چاہئے کیوں کہ آپ کا یہ خطاب اور حکم پوری امت کو ہے، جس میں مردوں کی طرح عورتیں بھی داخل ہیں اورمرد وعورت کی نماز میں تفریق کی صورت میں آپ کے اس ارشاد کے خلاف لازم آتا ہے؟

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ جیسے میں نے تم کو تعلیم دی ہے، ویسے نماز پڑھو،مردوں کو جیسے تعلیم دی ہے، وہ اسی طریقہ پر نماز پڑھیں؛

(۱)فتح الباری:۲۱۲/۲(۲) طحاوی:۱۹۲/۱،بلوغ المرام:۳۰

(۳)بخاری:کتاب الأذان:۸۸،دارمي:۱۲۲۵

اورعورتوں کو جس طرح تعلیم دی ہے، وہ اسی کے مطابق نماز ادا کریں؛ ورنہ اس حدیث کا کیا جواب ہوگا، جس میں آپ ﷺ نے خود فرمایا کہ ’’عورت اس بارے میں مرد کی طرح نہیں ہے‘‘، نیز ان احادیث کا کیا کیجئے گا جو اوپر درج کی گئی ہیں؟

معلوم ہوا کہ اس کا ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب وہ ہے، جو اوپر ذکر کیا گیا، پھر غور کیجئے کہ اگر اس کا ظاہری مطلب مراد لیں تو لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے والے سارے لوگ اس پر عمل کرتے ہوئے تکبیر بلند آواز سے کہیں، اور جہری نمازوں میں سورہ فاتحہ بھی زور سے پڑھیں، اور اس کے بعد کی سورت بھی پڑھیں، اور بلند آواز سے پڑھیں، کیوں کہ آپ ﷺ اسی طرح نماز پڑھتے تھے، حالانکہ یہ اس کا مطلب نہ کبھی کسی نے نہیں لیا اور نہ لیا جاسکتا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ رسول اللہ ﷺ تو تکبیر بلند آواز سے اور قرأت زور سے اس وقت کرتے تھے، جب کہ آپ ﷺ امام ہوتے تھے اور اسی کے مطابق امام کو کرنا چاہئے اور مقتدی ہونے کی حالت میں آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا، اس لئے مقتدی کو اس کی اجازت نہ ہوگی؟

تو میں کہتا ہوں کہ مذکورہ حدیث کی یہ تاویل خود اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا مذکورہ بالا ارشاد اپنے ظاہر پر محمول نہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ جس طرح تعلیم دی گئی ویسا نماز پڑھو، نہ یہ کہ جیسا مجھ کو دیکھتے ہو ویسا کرو، اگر جیسا آپ ﷺ کو کرتے دیکھا ویسا کرنے کی اجازت ہوتی، تو تمام مقتدی آپ کی طرح کرنے کے مجاز بلکہ مأمور ہوتے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

غرض یہ کہ آپ ﷺ نے اس جملہ سے یہ بتایا ہے کہ جیسے میری تعلیم ہے، اسی

کے مطابق نماز پڑھی جائے۔ لہٰذا مرد کو اس تعلیم پر عمل کرنا چاہئے جو اس کو دی گئی ہے اور عورت کو اس پر جو اس کو دی گئی ہے۔

دوسرا شبہ اور اس کا جواب

دوسرا شبہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حضرت مکحولؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت اُم درداءؓ نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں، اور وہ بڑی فقیہ تھیں۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت مردوں کی طرح بیٹھے، نہ کہ اس طریقہ پر جو آج عورتوں نے اختیار کیا ہے؟

اس کا جواب اولاً تو یہ ہے کہ یہ اُم درداء جن کا حوالہ امام بخاریؒ نے دیا ہے، وہ اُم درداء نامی صحابیہ خاتون نہیں ہیں، بلکہ یہ اُم درداء ایک تابعیہ بزرگ خاتون ہیں، جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے شرح بخاری میں اس کی وضاحت کی ہے۔ (۲)

لہٰذا ان کا قول وعمل دوسرے مجتہدین، بلکہ صحابہ کرام کے مقابلہ میں حجت اور قابل قبول نہیں ہوسکتا، اور یہاں تو صرف مجتہدین امت اور صحابہ ہی کے خلاف نہیں، بلکہ ان کا یہ عمل رسول اللہ ﷺ کے بھی خلاف ہے، کیوں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت جس میں رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے بیٹھنے کا طریقہ بیان کیا ہے، یہ صاف طور پر اُم درداء کے عمل کا رد کرتی ہے، لہٰذا ان کا عمل حجت نہیں ہوسکتا، البتہ ہم خود ام درداءؒ کے عمل میں یہ تاویل کر کے کہ انہوں نے کسی عذر سے ایسا کیا ہوگا، ان کو معذور کہنا اچھا سمجھتے ہیں، کیوں کہ یہ حضرت اُم درداء بڑی فقیہہ اور نیک خاتون تھیں، اور بڑی زاہدہ عورت تھیں، جیسا کہ ابن حبانؒ اور ابن حجر نے فرمایا ہے۔ (۳)

---

(۱) بخاری: ۱۱۴/۱ (۲) فتح الباری: ۳۰۶:۲

(۳) ثقات ابن حبان: ۵۱۷/۵، تہذیب التہذیب: ۴۶۷/۱۲

دوسرے یہ کہ حضرت مکحولؒ نے جو یہ فرمایا کہ اُم درداءؓ مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں، تو بہت ممکن ہے کہ اس سے ان کی مراد بعض کیفیتوں میں مرد کی طرح بیٹھنا ہو، جیسے یہ بھی بعض ائمہ کا مسلک ہے۔ مثلاً امام شافعیؒ کے نزدیک آخری قعدہ میں مرد اور عورت دونوں اس طرح بیٹھیں گے کہ دونوں پیر داہنی طرف نکالدیں گے اور سرین کے بل زمین پر بیٹھیں گے، مگر اس کے باوجود بعض کیفیتوں میں دونوں کے درمیان فرق انہوں نے کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے عورت کو رکوع اور سجدے کی طرح بیٹھنے میں بھی، اسی بات کو ملحوظ رکھنے کی ہدایت کی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مستور رہے، ان کی یہ عبارت اوپر درج کی گئی ہے، ملاحظہ کرلیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک مرد اور عورت کے بیٹھنے کا طریقہ ایک ہونے کے باوجود بعض کیفیتوں میں فرق ہے، تو ممکن ہے کہ حضرت اُم درداء کا بھی یہی مسلک ہو، اور انہوں نے بعض کیفیتوں میں مرد کی طرح بیٹھا ہو اور اسی طرف حضرت مکحولؒ اشارہ فرماتے ہوں۔

الغرض اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت اُم درداء پورے طور پر مرد کی طرح بیٹھتی تھیں، بلکہ حضرت مکحول کے ارشاد کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ ام درداء بعض کیفیتوں میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں، اور یہ بھی ایک مسلک ہے اور ایک مسلک وہ بھی ہے، جو احناف نے اختیار کیا ہے کہ مرد وعورت کے بیٹھنے کے طریقہ میں زیادہ فرق ہے اور ہم نے اوپر عرض کردیا ہے کہ ائمہ کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے، اور ہمارا مقصود احناف کے نقطۂ نظر سے عورت کا طریقۂ نماز پیش کرنا ہے۔

۞ ۞ ۞

ضمیمه

[نوٹ: غیر مقلدین کے ایک ماہنامے ''التوعیۃ'' دہلی کے شمارہ بابت: مئی ۱۹۹۰ء میں اس کے اڈیٹر جناب رفیق احمد سلفی نے مرد وعورت کی نماز میں فرق کے عنوان پر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اس سلسلہ کی روایات پر ضعف کا حکم لگایا تھا اس پر احقر نے ان کے نام ایک خط میں تنقید کی تھی، جو مفید ہونے کی وجہ سے بطور ضمیمہ شاملِ اشاعت کیا جارہا ہے۔[محمد شعیب اللہ خان]

بخدمت جناب رفیق احمد سلفی صاحب زید مجدہ اڈیٹر ماہنامہ ''التوعیۃ''

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج بخیر ہونگے!

''التوعیۃ'' مئی ۱۹۹۰ء کا شمارہ نظر سے گذرا، جس میں آپ نے ''مرد وعورت کی نماز میں فرق واختلاف'' کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ان تمام روایتوں کو ضعیف اور ناقابل احتجاج قرار دیا ہے، جو مرد وعورت کی نماز میں فرق بیان کرتی ہیں، اس پر میری کچھ گذارشات ہیں، امید ہے کہ آپ اس پر سنجیدگی سے غور فرمائیں گے۔

۱ – ''**إذا جلست المرأة فی الصلوة وضعت فخذها علی فخذها الأخری الخ**''، جو بیہقی نے ابو مطیع الحکم بن عبداللہ البلخی کے طریق سے روایت کی ہے، اس کو آپ نے ابو مطیع کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، اور آپ نے اس راوی کے متعلق جرحوں کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کیا ہے، مگر تعجب ہے کہ آپ نے اس راوی کی تعریف سے قطعاً گریز واحتراز کیا، حالانکہ کسی راوی کے بارے میں ائمہ نے اختلاف کیا ہو تو صرف

ایک کوذکر کرنا علمی دنیا میں عیب شمار کیا جاتا ہے۔

علامہ ذہبیؒ نے ابان بن یزید کے ترجمہ میں ابن الجوزیؒ پر رد کرتے ہوئے اسی کو لکھا ہے:

" لم يذكر أقوال من وثّقه، وهذا من عيوب كتابه، يسرد الجرحَ ويَسْكُتُ عن التوثيق". (۱)

ابومطیع الحکم بن عبداللہ البلخی کے معاصر اور بہت قریب سے ان کو دیکھنے والے مشہور ومعروف محدث امام ابن المبارکؒ کا معاملہ ابومطیع کے ساتھ کیا تھا؟ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

" كان ابن المبارك يُعَظِّمُه ويُبَجِّلُه لدينه وعلمه"۔(۲)

غور کرنا چاہئے کہ ابن مبارک جس کی تعظیم وتکریم دین وعلم کی بنیاد پر کریں، اس کا دین وعلم کیسا کچھ نہ ہوگا؟ پھر ابن مبارک اس میں متفرد نہیں ہیں، بلکہ حافظ ہی نے نقل کیا ہے کہ :"روى عنه محمد بن مقاتل وموسى بن نصر، وكانا يُبَجِّلانِه. (۳)

یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس دور میں علم سے ''قرآن وحدیث''، اور دین سے ''اہل سنت ہی کے عقائد'' مراد ہوا کرتے تھے، لہٰذا ابن مبارک کے نزدیک حکم بن عبداللہ قرآن وحدیث کے علم اور اہل سنت کے عقائد کے حامل تھے، جس کی بنا پر وہ ان کی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ اس وزنی شہادت کے بعد ان کو جہمی ومرجی قرار دینے والوں کی بھلا کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ جو اکثر حکم بن عبداللہ کے بہت بعد کے ہیں۔

پھران پر" واهٍ في ضبط الاثر"کی جرح کیا اثر کرسکتی ہے، جبکہ عقیلی نے ان پر ارجاء کی جرح کے ساتھ یہ بھی کہا ہے "صالح في الحديث"۔(۴)

---

(۱) میزان الاعتدال:۱۶/۱ (۲) لسان المیزان:۲/۴۰۷

(۳) لسان المیزان:۲/۴۰۹ (۴) لسان المیزان:۲/۴۰۸

پھر ارجاء کا یہ الزام ان پر کچھ حقیقت بھی رکھتا ہے یا محض الزام ہے؟ اور یہ کہ ارجاء کی حقیقت کیا ہے؟ یہ مستقل بحثیں ہیں۔

لگانے والوں نے ان پر یہ بھی الزام لگایا ہے کہ وہ سنت اور حدیث سے بغض رکھتے تھے، مگر ذہبی نے "العبر" میں نقل کیا ہے: " بلغنا أنه من كبار الامّارين بالمعروف والناهين عن المنكر" . (۱)

غور فرمایا جائے کہ جو "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کے علمبرداروں میں سے خاص مقام رکھتا ہو، وہ سنت اور حدیث سے بغض رکھ سکتا ہے؟ پھر آخر وہ "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کا علمبردار کیونکر ہوگا؟ اس میں ہماری بھی وہی رائے ہے جو علامہ عبدالحی لکھنوی کی ہے کہ:

" لعلّ هذا التحامُل عليه من المحدثين لكونه من أصحاب الإمام أبي حنيفة "(۲)

اگر اس کو ماننے میں کسی کو تامل وتردد ہو تو کم از کم یہ کہنا چاہئے کہ حکم بن عبداللہ بلخی مختلف فیہ روای ہیں اور ایسا راوی حسن الحدیث ہوتا ہے، دیکھئے ابن حجرؒ ابن القطان سے عبداللہ بن صالح کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

" قال ابن القطان وهو صدوق ولم يثبت عليه ما يسقط له حديثه إلا أنه مختلف فيه، فحديثه حسن". (۳)

الغرض حکم بن عبداللہ کو ضعیف قرار دینا صحیح نہیں، لہٰذا ان کی روایت بھی ضعیف قرار نہیں دی جا سکتی، بلکہ حسن ہوگی۔

۲ – "عن يزيد بن أبي حبيبؒ: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم

(۱) الفوائد البہیۃ: ۳۲ (۲) الفوائد البہیۃ: ۳۲ (۳) تہذیب التہذیب: ۲۶۰/۵

مرّ علی امرأتین تُصَلِّیَانِ الخ “ جس کوابوداودؒ نے مراسل (ص:۸) میں روایت کیا ہے،اس کے نا قابل احتجاج ہونے کی دو وجوہ آپ نے بیان کی ہیں،ایک یہ کہ اس میں انقطاع ہے،دوسرے اس کا راوی سالم بن غیلان متروک ہے۔

مگر آپ کی دونوں باتیں مخدوش ہیں،اول اس لئے کہ یہاں انقطاع سند کے شروع حصہ میں ہے،جس کو”اِرسال“ کہا جاتا ہے،اور مرسل روایت جمہور کے نزدیک مقبول ہے،امام ابوحنیفہ،امام مالک اور ان کے متبعین اس کو مقبول قرار دیتے ہیں۔(۱) اور امام احمد کی ایک روایت یہی ہے۔(۲)

امام ابوداؤد اپنے خط میں جوانہوں نے اہل مکہ کو ارسال فرمایا تھا تحریر کرتے ہیں:

” أماالمراسیل فقد کان یحتج بها العلماءُ فیما مضٰی مثل سفیان الثوري، ومالك ، والأوزاعي، ثم جاءَ الشافعي فتکلم فیها“. (۳)

پھر جب مرسل کی تائید کسی اور موصول روایت یا مرسل روایت سے ہو جائے تو سبھی علماء اس کے مقبول ہونے کے قائل ہیں،اور یہاں اس کی تائید خود آپ کی پیش کردہ دوسری روایات سے ہو رہی ہے،تو پھر اس کو نا قابل احتجاج کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

علامہ نووی شرح مسلم کے”مقدمہ“ میں لکھتے ہیں:

” ثم مذهب الشافعي ، والمحدثین،وجمهورهم، وجماعة من الفقهاء أنه لایحتج بالمرسل ، ومذهب مالك ، وأبي حنیفة، وأحمد، وأکثر الفقهاء أنه یحتج به۔ ومذهب الشافعي أنه إذاانضمّ إلی المرسل مایعضده احُتُجّ به، وذلك بأن یُروٰی أیضاً مسنداً ، أو مرسلاً من جهة أخری ، أو

(۱) مقدمۃ ابن الصلاح:۲۲ (۲) نزهۃ النظر:۵۴ (۳) مقدمہ سنن ابی داؤد:۶

يعمل به بعض الصحابة ، أو أ كثر العلماء ''۔(۱)

اور یہاں تو اس کی تائید دوسری روایات سے بھی ہورہی ہے،اور علماء کے اس کے مطابق عمل سے بھی ہورہی ہے ، کیونکہ مرد وعورت کی نماز میں فرق تمام ائمہ کا مذہب ومسلک ہے، میں ان کی کتابوں سے عبارات نقل کرتا ،مگر تطویل کے خوف سے صرف امام شافعی کی ایک عبارت پر اکتفاء کرتا ہوں،آپ فرماتے ہیں:

"وقدأدب الله تعالىٰ النساء بالإستتار، وأدّبهُنَّ بذلك رسول اللهﷺ وأحبَّ للمرأة فى السجود أن تضمّ بعضها إلى بعض، وتلصق بطنها بفخذيها، وتسجدكأسترمايكون لها، وهكذا أحبّ لها في الركوع، والجلوس، وجميع الصلوة أن تكون فيها كأستر ما يكون لها ، وأحبّ أن تكفت جلبابها، وتجافيه راكعةً وساجدةً عليها، لئلا يصفها ثيابها". (۲)

اس کے علاوہ شافعی مذہب کی کتاب ''المنہاج '' اور اس کی شرح ''مغنی المحتاج :۱/۱۷۳''،اور''احیاء العلوم :۱۵۴۳۱'' اور مالکی مذہب کی کتاب ''رسالہ ابن ابی زید'' اور اس کی شرح للامام ابی الحسن :۱/۲۱۷'' اور اس کی شرح ''کفایۃ الطالب الربانی :۱/۲۱۸'' اور حنبلی مسلک کی کتاب ''الروض المربع :۵۷'' دیکھئے اندازہ ہوگا کہ سب ہی علماء ان روایات کی بناپر مرد وعورت کی نماز میں فرق کے قائل ہیں، پھر یہ روایت مرسلہ کیوں قابل قبول نہ ہوگی؟

رہا سالم بن غیلان کا متروک ہونا، یہ صرف دارقطنی کی رائے ہے اور دوسرے ائمہ فن نے سالم کی توثیق فرمائی ہے،ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔(۳)

اور ابن حجر نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:"ذكره ابن حبان في

(۱)مقدمۃ شرح مسلم:۱/۷(۲) کتاب الأم للإمام الشافعي :۱/۱۱۵(۳) ثقات ابن حبان:۸/۲۹۴

الثقات"،اور ابن حجر ہی نے امام احمد اور امام ابوداؤد سے ان کے بارے میں "لا باس بہ" نقل کیا ہے، اسی طرح نسائی سے بھی "لیس بہ باس" نقل کیا ہے، اور ابن یونس نے ان کو فقیہ کہا، اور عجلی نے ثقہ کہا ہے۔ (۱)

اور "لا بأس بہ" کا توثیق کے لیے استعمال متقدمین میں رائج تھا۔ (کما لایخفی علی المھرۃ)

اب غور کرنا اس پر ہے کہ ان سب حضرات کی توثیق کے مقابلہ میں دارقطنی کی تضعیف اتنی وزن دار قرار کیوں دی گئی کہ اس پر اس روایت کو نا قابل قبول قرار دیدیا گیا؟ اور یہ کہنا کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے، صحیح نہیں، کیونکہ یہ علی الاطلاق نہیں ہے، بلکہ اس وقت ہے جبکہ جرح مفسَّر ہو، اور یہاں جرح مفسَّر نہیں ہے، تو کیونکر اس جرح کو تعدیل پر مقدم کیا جاسکتا ہے، الغرض اس روایت کو مذکورہ وجوہ سے ضعیف قرار دینا صحیح نہیں ہے، غور فرمالیں۔

۳- حضرت علی پر موقوف روایت: "**إذا سجدت المرأة فلتضم فخذيها**" کے راوی الحارث بن عبداللہ الاعور کے بارے میں بھی حسب سابق آپ نے صرف جرح نقل کی ہے، اور حق یہ ہے کہ آپ نے انصاف نہیں کیا، میں نہیں سمجھتا کہ تہذیب میں ابن حجر نے ان کے بارے میں جو لکھا، وہ آپ کی نظر سے رہ گیا ہو، آخر اس کو نظر انداز کرنے کی کیا حاجت تھی؟

ابن حجر نے ابن معین سے ان کے بارے میں " لا بأس به "نقل کیا ہے، ابن ابی داؤد نے کہا کہ:" كان الحارث أفقه الناس، وأحب الناس، وأفرض الناس، تعلّم الفرائض من علي رضی اللہ عنہ" ، اور لکھا ہے:" قال ابن ابي خيثمة : قيل ليحيى :

(۱) تہذیب التہذیب: ۴۴۲/۳-۴۴۳

یحتج بالحارث؟ فقال: مازال المحدثون یقبلون حدیثه" .

جس کی روایتِ حدیث محدثین کے یہاں مقبول چلی آرہی ہو، اس پر ایک دم سے حملہ کر دینا کہاں کا انصاف ہے؟ ابن حجر ہی لکھتے ہیں:

"قال ابن شاهین فی الثقات : قال أحمد بن صا لح المصری : الحارث الأعور ثقة، ماأحفظه ، وما أحسن ما روی عن علي ، وأثنی علیه ، قیل له: فقد قال الشعبی: کان یکذب، قال: لم یکن یکذب في الحدیث، انّما کان کذبه فی رأ یه". (۱)

ان سب چیزوں کے سامنے ہوتے ہوئے بھلا ان کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟

۴- "عن ابن عمرؓ کان یأمر النسا ء أن یتربعن فی الصلوة " ، اس کے راوی عبداللہ بن عمر العمری کو آپ نے حسب سابق ضعیف قرار دیا ہے، جبکہ ان کی بھی ابن معین ، یعقوب ، ابن عدی ، عجلی ، ابن یونس ، احمد ابن حنبل ، اور خلیلی نے توثیق وتعریف کی ہے۔ (۲)

اور ابن عمار الموصلی نے تو تو یہاں تک کہہ دیا ہے : " لم یترکه الایحی بن سعید" (ایضاً)، اور علی بن المدینی جیسے ماہر نے یہاں کہا ہے کہ: "اذاجتمع یحی بن سعید، وعبد الرحمان بن مهدی علی ترك رجل لم أحدث عنه، فاذااختلفا أخذتُ بقول عبد الرحمان لأنه أقصدُهما. (۳)

اور عبدالرحمان بن مہدی نے عبداللہ بن عمر العمری کو ترک نہیں کیا، بلکہ ان سے روایت کیا ہے، تو علی بن المدینی کے بقول انہی کی بات اقصد واعدل ہے، پھر

(۱) تہذیب: ۲/۱۴۶-۱۴۷ (۲) دیکھو تہذیب: ۵/۳۲۷-۳۲۸

(۳) تہذیب: ۶/۲۸۰

امام احمد نے کہا ہے کہ "إذا حدث عبد الرحمان عن رجل فهو حجة"۔(۱)
اب غور فرمائیں کہ ان سب باتوں کو نظر انداز کر دیا جانا چاہئے؟

یہ میری معروضات محض طالب علمانہ اور نیک جذبہ سے ہیں، مناظرہ بازی مقصود نہیں، اُمید ہے کہ آپ ان پر غور فرما کر جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔(۲)

فقط

محمد شعیب اللہ خان مفتاحی
مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور
۱۹/ربیع الاول/۱۴۱۱ھ

---

(۱) تہذیب: ۶/۲۸۱ (۲) یہ خط آج سے پندرہ سال قبل لکھا گیا تھا، مگر افسوس کہ تا دم تحریر اس کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ محمد شعیب اللہ خان